رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۴

انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقوم حتّی یغیّروا ما بانفسہم

الحکم

چہ گویم با تو گرآئی بپادر قادیاں بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

[...]ت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے صہ ر

۲۔ خواص و معاونین سے ع۱۰

۳۔ ہندوستان سے باہر سے ۶

۴۔ غیر مذاہب والوں سے ۱۲

۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع

و[...]یہ سے کم آمدنی والے

لو[...] سے ع ۱۲

نمبر ۲۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۷ء مطابق ۱۲ جمادی الاوّل ۱۳۲۵ھ | جلد ۱۱

وٹرنری اسسٹنٹ صاحبان کب تک خاموش رہینگے

میں ایک سے زیادہ مرتبہ اس تحریک کو الحکم میں شائع کر چکا ہوں کہ چونکہ سب کمیٹی صدقات کے فنڈ بہت ہی کمزور حالت میں ہیں اس لئے اُن طلبا کی اعانت اور امداد کے لئے جو وٹرنری کالج میں تعلیم پاتے ہیں اور اپنے اخراجات ادا کرنے کے معض ناقابل ہیں احمدی وٹرنری اسسٹنٹ صاحبان ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ خدا اپنے بڑے بڑے فضل نازل کرے سید قاضی غلام حسین اور ڈاکٹر اشفاق علی پر کہ انہوں نے اس تحریک میں نہ صرف حصہ لینے کا وعدہ فرمایا بلکہ خود بڑے زور سے اس تحریک کو شروع کیا اور اپنے ہم عصر احمدی وٹرنری اسسٹنٹس کو بطور خود اس کار خیر میں شریک ہونے کے لئے آمادہ کیا ان کی تحریک ابھی تک بدستور جاری ہے اگرچہ اس وقت تک صرف پانچ بھائیوں نے اس فنڈ میں ایک ایک روپیہ ماہوار دینے کا وعدہ کیا ہے اور ڈاکٹر علی احمد خاں اور خود قاضی صاحب اور ڈاکٹر اشفاق علی صاحب نے اپنا ماہواری چندہ بھیج بھی دیا ہے مگر یہ رقم ابھی ناکافی اور ضرورت بدستور دامنگیر ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ تحریک جو محض خدا کے لئے ہے ضرور کامیاب ہو جاویگی اور خدا تعالیٰ ایسے سامان مہیا کر دیگا جو ان مشکلات سے نجات دے لیکن مبارک ہوں گے وہ وجود جو اس میں سرگرمی سے حصہ لیں گے مئی ۱۹۰۷ء کے وظائف سب کمیٹی صدقات ادا نہیں کر سکی اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ طالب علم جو محض یہاں کے وظائف پر گذارہ کر رہے ہیں کس قدر مشکلات میں ہوں گے۔ اس لئے میں ایک بار پھر جمیع وٹرنری اسسٹنٹ صاحبان کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بہت جلد اس فنڈ میں مستقل اور یکمشت رقوم بھیجیں۔ داخلہ کی فیس کے لئے جو ایک سو دو روپیہ اس سال دیا گیا ہے چونکہ وہ مدرسہ کو بطور قرض ہے اس لئے اس رقم کو پورا کرنے کیلئے یکمشت چندوں سے اس رقم کو جلد پورا کر دیا جاوے۔

اگر وٹرنری اسسٹنٹ صاحبان ایک ایک مہینہ کی تنخواہ اس فنڈ میں ایکسال کی اقساط میں دیدیں تو یہ فنڈ قوی ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ مکرر یاددہانی کی حاجت نہ ہوگی بلکہ بہت جلد روپیہ بھیج دیا جاوے گا۔ ہاں اگر وہ ایسے ہی عدیم الفرصت ہیں کہ انہیں منی آرڈر کرانے کی فرصت نہیں ہوتی تو پھر میں بذریعہ وی پی اُن سے روپیہ وصول کر لونگا بشرطیکہ ایک ہفتہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ کیونکہ پھر اس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ مجھے اجازت دیتے ہیں۔ مئی کے وظائف ادا کرنے ہیں اور جون کی ۲۴ تک شائد یہ اخبار سب کے پاس پہونچے اس لئے مئی اور جون دونوں کے وظائف ادا کرنے ہوں گے۔

بار بار میں اس قضیہ کو دُہرانا نامناسب سمجھتا ہوں جو کام آپ لوگوں نے کرنا ہے وہ آخر آپ ہی کے ذریعہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور نیکی اور بھلائی کے فرشتے آپ کے قلوب میں تحریک پیدا کریں آمین۔

لاجپت رائے۔ آریہ سماج اور پولیٹیکل ایجیٹیشن

(ہم اس عنوان سے ایک خط ۶ ماہ رواں کے سول ملٹری گزٹ میں شایع ہوا ہے اس کا راقم خود کو ایک "ہندوستانی" خط کے اختتام پر لکھتا ہے۔)

جنٹلمینو کیا کان ہوں تو سنئے۔ گذشتہ چند ایام میں ہندوستانی اور اینگلو انڈین اخبارات میں آریہ سماجیوں کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین پڑھتا رہا ہوں جن آریہ لوگوں کی طرز عمل میں ایک گونہ تغیر نظر آتا ہے۔ لالہ لاجپت رائے کی شخصیت اور گورنمنٹ کی جانب اونکی روش بدلی ہوئی ہے۔ جو لوگ یہ ظاہر کرتے تھے اور دوسروں کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ وہ اجنبیوں کو بھارت سے خارج کرنے کے حامی ہیں (غیر ملکیوں۔ صاحبوں اور اجنبیوں سے مراد ہے) وہ آدمی جن کا کام جا و بیجا گورنمنٹ اور اُس کے عمال کی طرز عمل پر نکتہ چینی کرنا تھا جن کے وسیلہ سے انہوں نے مدت دراز کی غلامی کے بعد آسودگی اور اقبال حاصل کیا ہے۔ ہر موقع پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ وہ آدمی جو ہر ایک پابند قانون اور وفادار شاہ ہندی کو قابل الزام ٹھیراتے تھے۔ (حامیاں شاہ برطانیہ کو برا بھلا کہنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے) اور اُن کو غدار متملق اور چاپلوس کے ناموں سے یاد کرتے تھے۔ آج انہی لوگوں کا رویہ لالہ لاجپت رائے کی جلاوطنی کے قابل یادواقعہ کے بعد سے بدل گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم قانون کے تابعدار اور خیرخواہ سرکار ہیں۔ اور اون ایجیٹیٹروں سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے جو گورنمنٹ کے خلاف بدظنی پھیلانے یا فساد کے موجب ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ پولیٹیکل مجذوبوں سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہے اور یہ کہ ہم صلح اور آشتی کے خواہاں ہیں۔

میں اسلئے نہیں لکھتا کہ ان لوگوں کے چند ہفتے پہلے کے خیالات قابل الزام ٹھہراؤں۔ اور نہ میں اون کے موجودہ رویہ کی صداقت کو مشکوک خیال کرتا ہوں بلکہ میں اس سے بھی زیادہ اہم مقصد سے یہ خط لکھتا ہوں۔ میں اس چشمہ کی طرف توجہ منعطف کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے یہ لوگ پولیٹیکل طور پر تحریک پذیر ہوتے ہیں۔ الغرض میں انکی مذہبی کتاب کے وہ حصے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو میرے خیال میں آریہ سماجیوں کے اُن خیالات اور جذبات کو متاثر کرتے ہیں۔ جو وہ "اجنبیوں" اور "غیر ملکیوں" کی جانب رکھتے ہیں۔

"ستیارتھ پرکاش" کے انگریزی ترجمہ کو جو ڈاکٹر چرنجیت بھاردواج نے کیا ہے۔ دیکھنا چاہیے

(۱) (صفحہ ۱۸۰) ایک چھتری جس کا علم تربیت اور پاکیزگی ایسی اعلیٰ ہونی چاہیے جیسے کسی برہمن کی ہوتی ہے۔ اس کو ملک پر حکومت کرنی چاہیے۔

(۲) (صفحہ ۱۸۲) اس آدمی کو بگزیدہ ہو کر اپنا بادشاہ بناؤ۔ جو عادل رعایت کرنیوالا اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ شستہ۔ اور سب کا خیرخواہ ہو اس طرح سے تمام عالمگیر حکمرانی حاصل کر لوگے۔ سب پر سبقت لے جاؤ گے۔ اور سلطنت کے معاملات کا انصرام کرسکو گے۔

(۳) (صفحہ ۱۸۳) چار بڑے بڑے عہدہ دار مثلاً سینا پتی یا سپہ سالار اعظم۔ راج منتری (وزیر اعظم) نیائے منتری (وزیر انصاف) اور مہا منتری (بادشاہ) ایسے ہونے چاہئیں جو ویدوں اور شاستروں کے ماہر ہوں۔

(۴) (صفحہ ۱۸۳) اس قانون کی کوئی شخص خلاف ورزی نہ کرے جسکو ویدک کونسل نے وضع کیا ہو۔ اس کونسل کے ممبر ایسے آدمی ہونے چاہئیں جو چاروں وید میں خوب ماہر ہوں اور وہ برہم چاری گرہستی یا وان پرست لوگوں میں سے ہونے چاہئیں

(۵) (صفحہ ۱۸۴) تین آدمیوں کی کونسل کے فیصلہ کی بھی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے اور یہ تینوں رگ وید یجر وید اور سام وید کے عالم ہونگے۔

(۶) (صفحہ ۱۸۶) کوئی آدمی ایسے قانونوں کی پیروی نہ کرے جو ویدوں سے ناآشنا لوگوں کے بنائے ہوئے ہوں۔ کیونکہ جو شخص جاہل احمقوں کے بتائے ہوئے قانون کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ صدہا قسم کے گناہوں اور برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اسلئے مندرجہ بالا تینوں کونسلوں یعنی تعلیمی۔ ملکی اور مذہبی کونسل کے ممبر نادان اور بیوقوف نہ ہوں۔

(۷) (صفحہ ۱۹۰) ضروری سامان مہیا کرکے اور اپنی طاقت کو بڑھا کر اسکو اپنی قوت اپنے دشمن کے زیر کرنے میں شیر ببر کیطرح استعمال کرنی چاہیے اور چیتے کی طرح دبے پاؤں جاکر اپنے دشمن کو پکڑ لینا چاہیئے۔ لیکن جب زبردست دشمن قریب آجائے تو اسکو (راجہ) خرگوش کیطرح بھاگ جانا چاہیئے اور اسے ایک چال سے پامال کرنا چاہیئے۔

(۸) جہاں دشمن سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اس حصہ کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ جیسے کہ کچھوا اپنے اعضاء کو کھوپڑی کے اندر چھپا لیتا ہے۔

(۹) (صفحہ ۲۱۱) اگر ہوسکے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے دشمن کو گھیرے اور گرفتار کرے اسکی رعایا کو دق کرے گھاس اور خوراک کا ذخیرہ گرفتار کرے۔

(۱۰) (۲۶۵ صفحہ) جو شخص سچے اوستادوں کی تصنیفات اور تعلیمات کی جو ویدوں کے موافق ہو تحقیر کرے۔ وہ ناستک ہے اور ویدوں کا منکر ہے۔ ایسے شخص کو اچھے آدمیوں کی صحبت سے دور رکھنا چاہیئے۔ اگر ضرورت ہو تو اسے ملک سے نکالدینا چاہیئے۔

یہ تھی سوامی دیانند کی انجیل۔ یہ تھی اخلاقی قوت اس شخص کی۔ جو آزادی تقریر اور خیال کی روح سے دلیر ہوگیا تھا۔ اور بڑی بیرحمی سے۔ ہندوؤں۔ مسلمانوں عیسائیوں۔ جینیوں۔ اور سکھوں کے مذاہب پر نکتہ چینی کرتا تھا۔ اور ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے مذہبوں پر بھی اسیطرح نکتہ چینی کرتا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مختلف قوموں اور گروہوں۔ اور نسلوں کے لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا ہوگئی۔ حالانکہ اس سے پیشتر یہ لوگ برٹش جھنڈے کے نیچے بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔

سوامی دیانند کے بعد ان کے بیسیوں چیلے ہوگئے جو برٹش عملداری کے زیر اثر اپنے گرو کے احکام کی بڑی مستعدی سے پیروی کرنے لگے۔ اور پولیٹیکل تحریکوں کو بھی انہی احکام کے مطابق کرنے لگے۔

لالہ لاجپت رائے سوامی دیانند کی تعلیمات میں خوب ماہر تھے۔ اور آریہ سماج کے سب سے بڑے مقتدر لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ انکی دلی پولیٹیکل خواہشیں ایسی بلند تھیں جو بہت تھوڑے آدمیوں کو معلوم تھیں۔ جو ایجیٹیشن انہوں نے زمینداروں کے درمیان کیا تھا اسکی قوت کا لالہ صاحب نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ قبل از وقت شیر ببر کیطرح جھپٹنا چاہتے تھے۔ مگر انجام کار خرگوش بننا پڑا۔ جیسا کہ انکو مناسب اور درست طور پر انکو کہنا چاہیئے تھا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ لالہ لاجپت رائے پکے آریہ سمجھے جاتے تھے۔ اور سوامی دیانند کے سچے شاگرد تھے۔ لوگ لالہ صاحب کی اسوجہ سے تعریف کرتے تھے کہ وہ سوامی جی کی تعلیم پر حرف بحرف عمل کرنیوالے تھے۔ اس تعلیم کا نمونہ درج کر چکا ہوں لالہ لاجپت رائے بہت مستعد اور سرگرم تھے۔ اسلئے وہ اپنی مستعدی اور جوش کے شکار ہوگئے۔

اب میں ایک ہی فقرہ میں اس خط کا مقصد بیان کردینا چاہتا ہوں جس راستہ پر چلنے سے تباہی آئے وہ بلاتامل ترک کردینا چاہیئے۔ میری صلاح میرے اُن ہموطنوں کے لئے یہی ہے جو اس خطرناک غلط فہمی سے چارے ہوں۔ آریہ سماجیوں کا حال کا اقرار اون کے پرانے اصول کے موافق ہے اقرار یا اصول پر عملدرآمد کرنے کا اُنکو خود فیصلہ کرنا چاہئے۔ انہیں سے ایک ترک کرنا پڑیگا۔ اور گورنمنٹ کی خدمت میں مجھے یہی گذارش کرنا ہے کہ وہ غور کرے۔ کہ آیا لڑکوں کا اور مستعد اسکولوں کے لڑکوں کے دلوں کو اس قسم کی تعلیم سے جسکا اقتباس اوپر بیان کیا گیا ہے۔ زہر آلودہ ہونے دیگی۔ یا اس کا انسداد کرے گی؟ میں نے بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ آریہ سماج بدترین صورت میں کانگریس تحریک کی دوسری حالت ہے۔ بدر کھو نگا کہ یہ بہت ہی بڑی غلطی ہے۔ کانگریس ایک خالص پولیٹیکل تحریک ہے۔ خواہ اسکے نقائص اور محاسن کچھ ہی ہوں اسکے حامی اور لیڈر سوچ سمجھ کر کام کرتے ہیں۔ اور عقل سے کام لیتے ہیں۔ برعکس اس کے آریہ سماج بقول اس کے لیڈروں کے ایک مذہبی جماعت ہے۔ اور انسان کی نہایت زبردست ناقابل اعتبار اور وحشیانہ عنصر سے اپیل کرتی ہے۔ یعنی روحانی جذبہ کو مشتعل کرتی ہے اسی روحانی جذبہ سے لالہ لاجپت رائے ایسے عالی حوصلہ دور اندیش سنجیدہ مزاج اور عقیل

امریکہ میں مقدمات طلاق کی کثرت

اضلاع متحدہ امریکہ کا صیغۂ مردم شماری شادی و طلاق کے بیست سالہ اعداد و شمار جمع کر رہا ہے۔ جن کے شائع ہونے پر نہ صرف ملک کے اندر بلکہ باہر بھی ایک غیر معمولی ہل چل مچ جائے گی۔ اضلاع متحدہ میں ۱۸۸۷ء و ۱۹۰۶ء کے مابین (۹۴۵۶۲۵) طلاقوں کی منظوری ہوئی تھی۔ اور یہ کہنا بالکل قبل از وقت ہے کہ ۱۹۰۶ء اور ۱۹۲۶ء کے درمیانی سالوں کے اعداد کہاں تک پہونچیں گے۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ مسٹر نارتھ ڈائرکٹر مردم شماری کی رائے میں اس کی اوسط تعداد (۱۲۰۰۰۰) تک پہونچے گی۔ یہ تخمینہ اُن اعداد و شمار کی بنا پر کیا ہے۔ جو اُن کے روبرو ہیں اور اس لئے یقیناً وہ محض وہم سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ ۱۸۶۷ء و ۱۸۸۶ء کے مابین فی لاکھ آبادی میں طلاقوں کا اوسط ۳۲ تھا۔ ۱۸۸۷ء و ۱۹۰۶ء کے درمیان مسٹر نارتھ کے تخمینہ کے مطابق فی لاکھ آبادی میں طلاقوں کی تعداد تقریباً ۷۰ تک پہونچ گئی ہے۔ بالفاظ دیگر پہلے بیس سالوں کی بہ نسبت دو چند ہو گئی ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ بہ نسبت دیہات کے شہروں میں طلاقوں کا بہت زور ہے۔ یہ دکھانے کے لئے کہ بلحاظ تعداد طلاق شہروں کی فہرست میں شکاگو چوٹی پر رہیگا۔ کافی اعداد فراہم کر لئے گئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ شکاگو کی طلاقوں کی تعداد بہ نسبت نیویارک کے بہ لحاظ آبادی سہ چند ہے۔

مسٹر نارتھ کو امید تھی کہ اس زمانہ تک کل ملک کے اعداد مرتب ہو جائیں گے۔ گذشتہ جولائی میں صیغہ مردم شماری نے بڑے بڑے شہروں کے اعداد حاصل کرنے کے لئے (۱۵۰) خاص ایجنٹ روانہ کئے تھے۔ اُن کا کام خاطر خواہ رہا ہے اور دفتر تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے متعلق اپنی رپورٹ شائع کر دے گا۔

اگرچہ یہ تو یقینی ہے کہ رپورٹ کے شائع ہوتے ہی ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنسنی پھیل جائے گی۔ لیکن یہ نہایت مشکوک ہے کہ قوانین طلاق میں کوئی مفید ترمیم ہوگی اور کانگریس اس مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کرے گی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس تحقیقات کے ذریعہ سے مختلف حصوں کے قوانین طلاق کچھ حد تک یکساں ہو جائیں گے۔

واضح رہے کہ مذہب عیسائی کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جیسے آسمان پر جوڑا گیا ہے۔ اُسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ یعنی جن دو میاں بیوی کی شادی تقدیر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ تک میاں بیوی رہتے ہیں۔ اور طلاق کوئی چیز نہیں۔ لیکن دوسری طرف زمانہ حال کی شائستگی اور عورتوں کی غیر معمولی آزادی کا ایک یہ نتیجہ ہو رہا ہے کہ یورپ اور خصوصاً امریکہ میں بدکاری اور ہزارہا دیگر خفیف سے خفیف وجوہات پر عورتیں اور مرد شادی کی زندگی سے چند ہی روز میں تھک جاتے ہیں۔ اور عدالت میں طلاق کی درخواستیں کرتے ہیں کہ جہاں سے ذرا ذرا بہانوں پر طلاق مل جاتی ہے۔

گو عام قاعدہ یہ ہے کہ جب مرد کی بدکاری یا ظلم ثابت ہو تو عورت کو طلاق مل جاتی ہے۔ لیکن امریکہ میں خفیف سے خفیف بہانہ پر عورتیں آزادی حاصل کر لیتی ہیں۔ مثلاً مرد سوتے ہی خراٹے لیتا ہے اور بیوی کی نیند اچاٹ کرتا ہے۔ مرد کے ناخن بڑھے ہیں اور بیوی کو اُن سے تکلیف پہونچی ہے۔ یا وہ شراب یا تمباکو پیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس لحاظ سے دنیا بھر کے مذاہب میں اسلام منفرد ہے جس میں طلاق کا طریقہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور مناسب وجوہات سے میاں اور بیوی ایک دوسرے سے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ فرانس اور امریکہ وغیرہ میں طلاق کا مسئلہ نہایت غور سے دیکھا جا رہا ہے یہاں تک کہ بعض لوگ اسوقت شادیوں کی صلاح دینے لگے ہیں کہ جو مسلمانوں میں متعہ اور ایران میں صیغہ کے نام سے مشہور ہیں خواہ صیغہ یا متعہ کی نسبت کسی گروہ کی کچھ ہی رائے ہو۔ لیکن اب یورپ اور امریکہ کے مہذب لوگ خدا سے آرزو کر رہے ہیں اور زور مار رہے ہیں کہ اُن کے قانون میں یہ طریقہ جائز قرار پا جائے۔ اور جب کوئی میاں بیوی نکاح کرنے لگیں۔ تو وہ سال یا دو سال کی مدت مقرر کر لیں۔ اور اُس مدت کے گذرنے کے بعد اگر اُنکی بن جائے۔ تو وہ میعاد کی توسیع کر لیں ورنہ بلا دقت الگ الگ ہو جائیں۔ ما بخیر شما بسلامت۔

امریکہ میں طلاق اس قدر بچوں کا کھیل ہو گیا ہے۔ کہ ہر روز شوہر اور بیویاں بطور مال مویشی کے ہاتھ بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً آج مسٹر جارج فلاں بیوی سے نکاح کر کے اُس کے گھر چلا گیا اور کل مسز سمتھ فلاں میاں کو لے گئی۔ جو پچھلے ہفتہ میں اُس کی ہمسائی کا میاں تھا۔

ذیل کے واقعہ سے اس امر کی تائید ہو جائے گی کہ طلاق امریکہ میں کیا تماشے کر رہی ہے۔ امریکہ کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ ایک روز شہر نیویارک کے ایک کوچہ میں بچے کھیل رہے تھے۔ اِن میں سے ایک نے کہا کہ کل سے ہمارے گھر میں نیا باپ آیا ہے جس کا نام اور حلیہ ایسا ہے۔ دوسرے بچے نے کہا کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ پہلے بچے نے پوچھا تم اسے کس طرح جانتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ پچھلے سال وہ میرا باپ رہ چکا ہے۔ مگر کسی وجہ سے اماں نے اُسے نکال دیا ہے۔ اور اب تمہاری اماں نے اُسے رکھ لیا ہے۔

سوسائٹی کی ایسی افسوسناک حالت اور طلاقوں کی کثرت پر دانشمند لوگ حیران ہو رہے ہیں۔

آریا سماج اور موجودہ بے چینی

اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور کے ایک ہندوستانی نامہ نگار نے اخبار مذکور کی ۱۶ جون کی اشاعت میں ایک مضمون لکھکر بتایا ہے کہ وہی لوگ جو غیر ملکوں غاصبوں اور اجنبیوں کو بھارت ماتا سے نکال دینا چاہتے تھے جنکا کام یہ تھا کہ گورنمنٹ اور اسکے عمال پر بیجا نکتہ چینی کریں۔ جو تمام پابند قانون اور وفادار فرقوں کو بھکاری خوشامدی اور غدار بتاتے تھے۔ وہی لاجپت رائے کی جلا وطنی کے دن سے کچھ اور ہی الاپنے لگے ہیں " آریہ صاحبان آجکل بڑے زور شور سے گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے ہیں۔ لیکن نامہ نگار مذکور نے ستیارتھ پرکاش کے متعدد جملے نقل کر کے بتایا ہے کہ آریوں کے پولیٹیکل خیالات کا منبع کیا ہے۔ چنانچہ ایک جملہ ہے کہ " کوئی شخص اُس قانون کو نہ مانے جسے ایسے لوگوں نے وضع کیا ہو۔ جو ویدوں کے علم سے بالکل بے بہرہ اور لاعلم ہوں " اس مضمون کے متعلق رائے دیتے ہوئے خود ہمعصر سول ملٹری گزٹ نے یہ نہایت دلچسپ ریمارک کیا ہے کہ اگرچہ گورنمنٹ کسی مذہب سے تعارض نہیں کرتی۔ لیکن گورنمنٹ کا یہ نہایت اہم فرض ہے کہ وہ اس امر کی نگرانی رکھے کہ کوئی مذہب گورنمنٹ سے تعارض تو نہیں کرتا۔

مسلمان اور جہاد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۷ مئی ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان "اپنی تمام جماعت کے لئے ضروری نصیحت" شائع فرمایا تھا جو انگریزی میں بھی سول اینڈ ملٹری گزٹ اور پایونیر اور بعض دیگر اخبارات میں شائع ہوا۔ اس اشتہار کو پڑھکر ایک صاحب سید محمد نام نے ایک چٹھی اخبار سول مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو مولوی عبد اللطیف کی سنگساری کے متعلق لکھا ہے کہ امیر کابل نے ان کو جہاد کی تعلیم کی مخالفت کی وجہ سے سنگسار کرایا یہ غلط ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

"اگر مرزا صاحب کا ایسا لکھنے سے یہ منشاء ہے اور ان کے اشتہار کے مفہوم عامہ سے یہی منشاء اُن کا ثابت ہے کہ جہاد کے متعلق جو عقیدہ امیر حبیب اللہ یا عام مسلمانان ہند یا دیگر ممالک کے مسلمانوں کا ہے وہ کسی وقت مسلمانان ہند کی وفاداری میں خلل اندازی کا باعث ہو سکتا ہے تو ہم زور سے یہ کہیں گے کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے" اور پھر لکھتا ہے کہ "اور پبلک کی اطلاع کے لئے اس امر کا ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ عبد اللطیف کا اصل قصور جس کے سبب سے اس کی جان جاتی رہی یہ تھا کہ وہ مرتد ہو گیا اور یہ ایسا جُرم ہے جس کی سزا شریعت اسلامی میں موت ہے۔ مرتد وہ اس طرح سے ہوا کہ وہ مرزا غلام احمد کا جو مسلمانوں کے نزدیک مسلّم مرتد ہے مرید ہو گیا تھا"۔

اس کوتہ اندیش اور جہاد کے فدائی نامہ نگار کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے ایک چٹھی اخبار سول میں شایع کرنے کے لئے بھیجی جو ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء کے اخبار میں چھپی ہے اس چٹھی کا عنوان جو خود اخبار سول نے تجویز کیا ہے وہ یہی عنوان ہے جسکے نیچے یہ مضمون لکھا ہے یعنی "مسلمان اور جہاد"۔ اصل چٹھی جسکا ترجمہ سول میں چھپا وہ یہ ہے۔ "۷ مئی ۱۹۰۷ء کو مینے اپنی جماعت کے لئے ایک اشتہار شایع کیا تھا جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ اگرچہ گورنمنٹ انگریزی کی اپنی رعایا کے ہر ایک فرد پر حقوق ہیں کیونکہ تمام لوگ اُس کی پُر امن سلطنت کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کے سایہ حمایت کے نیچے ہر ایک ظالم کے پنجہ سے محفوظ ہیں اور سب پر واجب ہے کہ اُس کا شکر کریں اور عملی طور پر اپنی اطاعت کو دکھلاویں لیکن سب سے زیادہ میری جماعت پر فرض ہے اور واجب ہے کہ اس گورنمنٹ کے سایہ عنایت وحمایت کا قدر کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے آسمان کے نیچے اس جماعت کے محفوظ رہنے کے لئے صرف یہی گورنمنٹ مقرر رکھی ہے جس کی ظل حمایت میں یہ جماعت ہر ایک ظالم کے پنجہ سے محفوظ ہے ورنہ اگر مکہ اور مدینہ میں بھی یہ لوگ رہنا چاہیں تب بھی ان کی جان کی خیر نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک ملک کے مُلّانوں کی طرف سے انپر واجب القتل ہونے کا فتویٰ ہے۔ اس تحریر میں نظیر کے طور پر مینے یہ بھی بیان کیا تھا کہ مولوی عبد اللطیف صاحب کا امیر کابل کے حکم سے سنگسار ہونا میرے اس بیان کا شاہد ناطق ہے کہ وہ میری بیعت کرنے کی وجہ سے کس بیرحمی سے سنگسار کئے گئے اور صرف جہاد کا منکر ٹھہرا کر پتھروں کے ساتھ اُنکو ہلاک کیا گیا۔ یہ ہے خلاصہ میرے اشتہار ۷ مئی ۱۹۰۷ء کا۔ اس میرے بیان کے رد کرنے کے لئے ایک صاحب سید محمد سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء میں لکھتے ہیں کہ عبد اللطیف کا اصل قصور جس کی وجہ سے وہ سنگسار کیا گیا یہ تھا کہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور ارتداد ایک ایسا جُرم ہے جس کی سزا شریعت اسلامی کے رو سے قتل ہے۔ اس کا مرتد ہونا اس وجہ سے تھا کہ وہ مرزا غلام احمد کا پیرو بن گیا جو تمام مسلمانوں کے درمیان مرتد تسلیم کیا گیا ہے (یعنے مرزا غلام احمد بھی واجب القتل ہے کیونکہ مرتد ہے) اب مین مختصر طور پر اپنی محترم گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ صاحب راقم نے اپنی اس تحریر میں قبول کر لیا ہے کہ ہم سب لوگ جو اس عادل گورنمنٹ کے سایہ کے نیچے کئی لاکھ تک پہنچ گئے ہیں ان کی شریعت کے رو سے واجب القتل ہیں پس جبکہ یہ حال ہے تو ہم اس گورنمنٹ کا سچے دل سے قدر کریں یا نہ کریں اور اس کو چھوڑ کر کہاں جائیں اور کدھر جائیں۔ اس وقت مین امیر حبیب اللہ خان پر کوئی حملہ مولوی عبد اللطیف کے مارے جانے کی وجہ سے نہیں کرتا کیونکہ انھوں نے اپنی شریعت کے رو سے انکو واجب القتل سمجھا سو قتل کر دیا اور اپنے زعم میں بڑے ثواب کا کام کیا کہ ان کو سنگسار کر دیا اور ان کے عیال و اطفال جلاوطن کر کے ہمیشہ کے لئے قید میں ڈالے گئے۔ لیکن اس تمام تحریر سے میری غرض تو یہ تھی کہ ہماری اس عادل گورنمنٹ نے ایسا فتویٰ نہیں دیا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے پس ہم اس گورنمنٹ کے کیونکر شکر گذار نہ ہوں۔ اسلئے مینے لکھا تھا کہ میری تمام جماعت کے لوگ اس بات کو حفظ کر لیں کہ اگر وہ بھی مولوی عبد اللطیف کی طرح اس گورنمنٹ کے سایہ عاطفت سے باہر قدم رکھینگے تو وہ بھی ایسے ہی سنگسار کئے جائینگے۔ پس انکو چاہیئے کہ نہ کسی بناوٹ سے بلکہ سچے دل سے اس گورنمنٹ کی اطاعت کریں اور ہر ایک وقت یہ خدمت کیلئے تیار رہیں۔ یاد رہے کہ مین امیر حبیب اللہ خان کی کوئی شکایت نہیں کرتا اور خاص طور پر انپر کوئی الزام نہیں لگاتا انھوں نے مُلّانوں کے فتووں پر عمل کر دکھایا اور ہر ایک اسلامی سلطنت اس فتوے پر عمل کرنے کیلئے تیار ہے امیر حبیب اللہ خان کی کوئی خصوصیت نہیں اسی وجہ سے مین اپنے اس شایع کردہ اشتہار میں لکھ چکا ہوں کہ اگر ہماری یہ جماعت مکہ اور مدینہ میں بھی ہوتی تب بھی وہ ایسے ہی سنگسار کی جاتی جیسا کہ کابل میں مولوی عبد اللطیف کیا گیا۔ رہا جہاد پس ہم جو ان مخالف مسلمانوں کی نظر میں مرتد اور واجب القتل ٹھہرے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ ہم خدا اور اُس کے رسول اور قرآن شریف سے منکر ہیں جسکو شک ہو ہماری کتابیں دیکھ لے بلکہ اصل وجہ یہی ہے کہ ہم اس بات سے منکر ہیں کہ اب بھی کسی جہاد کی ضرورت ہے اور یا کسی ایسے مہدی اور مسیح کی ضرورت ہے کہ کسی وقت خونریزی سے اسلام کو پھیلائیگا۔ اور اس میں کچھ شُبہ نہیں کہ ایسے اعتقاد جاہلوں کے لئے خطرناک ہیں انھیں اعتقادوں نے سرحدی وحشیوں کا ستیاناس کیا ہے جس نے مہدی ہونے کا دعوے کیا اور تلوار اٹھائی۔ ایسے عقیدے جو پہلے سے جاہل لوگوں کے دلوں میں ہوتے ہیں خواہ نخواہ وحشی لوگوں کو ایسے مہدی کی طرف کھینچتے ہیں اسلام کی پاک تعلیم اور اُس کے روشن نشان کسی جہاد کے محتاج نہیں یہ محض غلطیاں ہیں۔ مین جانتا ہوں کہ عقلمند لوگ ایسے اعتقادوں سے دن بدن دست بردار ہوتے جاتے ہیں۔ مین یہ نہیں کہتا کہ ہمارے مخالف مسلمان گورنمنٹ کے سچے مطیع نہیں ہیں بلکہ بلا شُبہ مطیع ہیں مگر کاش اگر ایسا اعتقاد نہ ہوتا تو اچھا تھا ⁂

(ریویو آف ریلیجنز)

وصیت ۵۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں مسمی شیر علی ولد مولوی نظام الدین صاحب قوم رانجھہ ساکن اور حمہ تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور حال مقیم قادیان دار الامان بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۹ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(نوٹ) (چونکہ شرط نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ کا مضمون ہر وصیت میں واحد اور فارم مطبوعہ پر ہے اس لئے اندراج نہیں کیا گیا)

نمبر ۴ میری جائیداد جو اس وقت حسب ذیل ہے مکان واقع قادیان قیمتی ایک صدر روپیہ اور ... قیمتی ... روپیہ جس پر اس وقت میرا مالکانہ قبضہ ہے اور اس جائیداد میں میرا کوئی شریک نہیں ہے میں آجکی تاریخ اس جائیداد کے ⅒ حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری یہ جائیداد جس کی قیمت ... روپیہ ہے میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کی جاوے انجمن مذکور کو اختیار ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد میری بقیہ جائیداد سے الگ کرے یا اس میں شامل رہنے دے وہ اس کو فروخت کر کے قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اس وصیت کردہ جائیداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کریں (غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائیداد کی مالک متصور ہو) میرے کسی وارث کو خواہ احمدی ہو یا غیر احمدی میری اس وصیت کردہ جائیداد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر میری جائیداد وصیت کردہ کی قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

نمبر ۵ میں اقرار کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ کے بعد میں اور کوئی جائیداد علاوہ جائیداد مذکورہ بالا پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ماسوائے جائیداد مذکورہ میری ثابت ہو تو ایسی جائیداد فاضلہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ وصیت میں کیا ہے میں ایسی جائیداد وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہوں گا۔

نوٹ۔ جس مکان کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے میرا ارادہ اس کو وسیع کرنیکا ہے اور نئی عمارت بنانے کا ہے اور اسی طرح اس کی قیمت امید ہے کہ چار سو روپیہ تک ہو جائیگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

نمبر ۶ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں قادیان میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شایع ہو چکے ہیں یا آئیندہ شایع ہونگے دار الامان قادیان میں پہنچا دے اور وہاں مجلس کارپردازان مصالح قبرستان کی سپرد کی جاوے۔

نمبر ۷ میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جسقدر اخراجات ہوں ان اخراجات کی متکفل میری جائیداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ چہارم و پنجم میں کیا ہے ہرگز نہیں۔ ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کارپردازان مصالح قبرستان اندازہ کر کے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کر دونگا جس کا اعلان مجلس مذکور کی طرف سے میں کراؤنگا اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئی تو میری دیگر متروکہ جائیداد جس میں یہ وصیت کردہ جائیداد شامل نہ ہوگی ان اخراجات کو متکفل ہوگی اور میرے ورثا ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ وار ہوں گے۔ جو میرے روح کی نجات کا باعث ہونگے اور میرے پس ماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز ضرورت شرعی سمجھینگے۔

نمبر ۸ کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاء لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئیندہ کے ماتحت جس کا مجھے علم نہیں میری نعش مقبرہ مذکور میں دفن نہ ہو سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائیداد کی نسبت کی ہے اور جس کا ذکر فقرہ نمبر ۴ و نمبر ۵ میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہینگے۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کیجاوے۔ اور جبتک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کیجاوے البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جا سکتی ہے۔

نمبر ۹ یہ کہ اگر حسب فقرہ نمبر ۸ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق نعش میں جمع کرا چکا ہوں گا یا میری جائیداد متروکہ سے وصول ہوئے تھے ان کو بھی وصول اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثاء کو نہ ہوگا بلکہ مجلس کو ہوگا۔

الراقم شیر علی عفی عنہ موصی قادیان دار الامان۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام ۹ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

العبد شیر علی عفی عنہ

گواہ شد حافظ عبد العلی ولد مولوی نظام الدین ذات رانجھہ سکنہ اور حمہ

گواہ شد نظام الدین ولد شیر علی بقلم خود سکنہ اور حمہ تحصیل بھیرہ ضلع شاہپور موہر نشانی انگوٹھہ

گواہ شد غلام نبی پینشنر حال وارد اور حمہ سکنہ بھوجن بقلم خود موہر نشانی انگوٹھہ

وصیت ۸۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں مسمی احمد نور ولد اللہ نور قوم افغان ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۳۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

نوٹ۔ چونکہ یہ وصیت میں مطبوعہ فارم پر شرط اول و دوم و سویم کا مضمون چھپا ہوا ہے اس لئے اس کا اندراج نہیں کیا گیا۔

نمبر ۴ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے مبلغ ... کا مال میری دوکان میں میرا حصہ ہے اور ایک مکان ہے جسکے نصف کا میں مالک ہوں اور جس پر اس وقت میرا مالکانہ قبضہ ہے اور اس جائیداد میں میرا کوئی شریک نہیں ہے آج کی تاریخ اس جائیداد کے ساتویں حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتا ہوں

کہ میری اس جائداد کا یہ حصہ میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیا جاوے انجمن مذکور کو اختیار ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد اس جائداد میری کو بقیہ جائداد سے الگ کرے یا اُس میں شامل رہنے دے وہ اس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت وصول کرے یا فروخت نہ کرے تو اس وصیت کردہ جائداد سے منافع اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے غرضکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائداد کی مالک متصور ہو۔ میرے کسی وارث کو خواہ احمدی ہو یا غیر احمدی میری اس وصیت کردہ جائداد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر میری جائداد وصیت کردہ کی قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

۵۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ کے بعد میں اور کوئی جائداد مذکورہ بالا جائداد کے علاوہ پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائداد ماسوائے جائداد مذکورہ میری متروکہ ثابت ہو تو ایسی جائداد فاضلہ کے متعلق بھی میری یہی وصیت ہے جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ وصیت میں کیا ہے۔ میں ایسی جائداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہوں گا۔

۶۔ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے اور اگر میں احمدی جماعت میں فوت نہ ہوں تو احمدی جماعت میری نعش ایک صندوق میں بند کر کے حسب ہدایات انجمن مذکور جو اب شائع ہو چکی ہیں یا آئندہ شائع ہوں گی دارالامان قادیان میں پہنچایا جائے اور وہاں مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے سپرد کی جاوے۔

۷۔ میری یہ بھی وصیت ہے کہ میری تجہیز و تکفین اور میری نعش کو قادیان شریف پہنچانے اور وہاں دفن کرنے کے متعلق جس قدر خرچ اخراجات ہوں ان اخراجات کی متکفل میری یہ جائداد وصیت کردہ جس کا ذکر میں نے فقرہ چہارم میں کیا ہے نہ ہوگی بلکہ ان اخراجات کا حسب مشورہ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اندازہ کر کے میں رقم اخراجات کو مجلس مذکور کے حوالہ کر دوں گا جس کا اعلان مجلس مذکور کی طرف سے میں کرا دوں گا اور اگر ان اخراجات کے لئے میں کوئی رقم اپنی زندگی میں الگ نہ کر سکا اور ایسا ہی اگر وہ رقم ادا کردہ اصلی اخراجات سے کم ہوئی تو میری دیگر متروکہ جائداد جس میں یہ وصیت کردہ جائداد شامل نہ ہوگی ان اخراجات کی متکفل ہوگی اور میرے ورثا ان اخراجات کے ادا کرنے کے ذمہ دار ہونگے جو میری روح کی نجات کا باعث ہونگے اور میرے پسماندگان ان اخراجات کو اہم اور جائز اور ضروری شرعی سمجھینگے۔

۸۔ میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ وصیت صرف ابتغاء لوجہ اللہ کی ہے اور اگر حالات آئندہ کے باعث جن کا مجھے علم نہیں میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو اس صورت میں بھی میری یہ وصیت جو میں نے اپنی جائداد کے متعلق کی ہے اور جس کا ذکر ۴ و ۵ میں کیا گیا ہے درست اور قائم رہیں گے لیکن یہ ضروری ہوگا کہ میری نعش کو مقبرہ بہشتی میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے اور جب تک مجلس کارپرداز مصالح قبرستان اجازت نہ دے میری نعش اور کہیں دفن نہ کی جاوے البتہ امانت کے طور پر کسی اور جگہ دفن کی جا سکتی ہے۔

۹۔ یہ کہ اگر حسب فقرہ ۸ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہو سکے تو جو اخراجات متعلق انتقال نعش میں جمع کرا چکا ہونگا یا میری جائداد متروکہ سے وصول نہ ہوئے تھے اُن کو بھی وصول کرنے اور خرچ کرنے کا اختیار میرے ورثا کو نہ ہوگا بلکہ مجلس کو ہوگا۔ فقط

العبد۔ احمد نور ولد الحمد نور قوم سید افغان ساکن قادیان۔

وصیت نمبر ۶۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں حکیم فضل الٰہی ولد حکیم سید محمد صاحب قوم نارو راجپوت ساکن موضع کوٹ بھوانیداس ضلع گوجرانوالہ حال وارد لاہور محلہ بیتسان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (نوٹ۔ چونکہ شرط ۱ و ۲ و ۳ کا ہر وصیت میں مضمون واحد ہی اور فارم مطبوعہ پر ہے۔ اس لئے اُس کا اندراج اس جگہ نہیں کیا۔

۴۔ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں چونکہ میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ کچھ موضع کوٹ بھوانیداس تحصیل و ضلع گوجرانوالہ میں واقعہ ہے اور کچھ لاہور میں جو جائداد ضلع گوجرانوالہ موضع مذکور وغیرہ میں ہے وہ حصص غیر منقسم جائیات وغیرہ کے ہیں جنہیں منتظمان مقبرہ بہشتی قادیان کو دقت تاننگی کا اندیشہ ہے لہذا میں اُس جائداد منقولہ و غیر منقولہ مقبوضہ موضع ضلع گوجرانوالہ کو نیز واقعہ لاہور کو تخمیناً دس ہزار کی قیمت کی سمجھتا ہوں۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ جائداد لاہور میں سے جو خالص بلا شراکت غیرے میرے ہی تصرف اور قبضہ میں ہے ایک حویلی جس میں سکونت رکھتا ہوں اس کا چہارم حصہ جو تخمیناً قیمتاً اس کی اڑھائی ہزار روپیہ سمجھتا ہوں میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیا جاوے انجمن مذکور کو اختیار ہوگا کہ میرے مرنے کے بعد چہارم حصہ حویلی کو فروخت کریں یا جس طرح چاہیں فائدہ اٹھاویں غرضکہ انجمن قادیان مجوزہ حضرت مسیح موعود کو کلی اختیار رہینگے جو میرے آقا اور شفیع نے تجویز فرما کر اپنی منادی ظاہر فرمائی ہے ۲۰ ماہ فروری ۱۹۰۷ء

العبد حکیم فضل الٰہی قوم نارو

گواہ شد گواہ شد گواہ شد

سکندر شیر دکیل | حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ لاہور | نبی بخش احمدی ملازمت گورنمنٹ

وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں حافظ محمد بن ولد محکم الدین قوم آرائیں ساکن جرار ریاست کپورتھلہ کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ نوٹ۔ چونکہ شرط ۱ و ۲ و ۳ کا مضمون ہر وصیت میں واحد اور مطبوعہ فارم پر ہے اس لئے اُس کا اندراج اس جگہ نہیں کیا۔

۴۔ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت قریباً اٹھ گھماؤں اراضی ملکیت بروئے پیمائش ریاست ہے جس میں چاہی و بارانی شامل ہے۔ جس کی وصیت کرنے میں کچھ روکیں ہیں اس واسطے اراضی کی قیمت تخمیناً ہفت ہزار روپیہ کر کے ۱/۱۰ حصہ کی قیمت کل مبلغ ہفت صد روپیہ ہوا جو یکمشت مظہر ادا نہیں کر سکتا فی سال یکصد روپیہ ادا کرتا رہوں گا جس میں سے مبلغ یکصد روپیہ ۱۴ فروری ۱۹۰۶ء کو داخل کیا گیا بعد فی سال یکصد روپیہ ادا کروں گا۔ اگر شاید مظہر فوت ہو جاوے تو میرے مرنے کے بعد میرے ورثا اس اقرار کے پابند ہونگے یعنی سو روپیہ فی سال ادا کرینگے اور آئندہ جو جائداد پیدا کروں گا اُس کا بھی ۱/۱۰ حصہ حسب وصیت مجلس کارپردازان مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی واقعہ قادیان کی سپرد ہوگا۔ بلکہ تنگ ورثان کے دستخط بھی ثبت کرا دیئے ہیں کہ کسی قسم کی دقت نہ ہو۔

العبد۔ گواہ شد گواہ شد

حافظ محمد بن نمبردار جرار بقلم خود | امیر الدین ولد حافظ محمد بن ساکن تلونڈی | نبی بخش حافظ محمد شاہ

آجکل دنیا پر تباہی کیوں آ رہی ہے

ظاہر ہے کہ جیسی تباہی آجکل دنیا پر آ رہی ہے اس کی نظیر زمانہ رسالت یا سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی نہ ملیگی۔ کہیں زلازل ہیں تو کہیں برف اور کہیں طوفان۔ وہ طاعون جو یہودیوں پر نازل ہوئی تھی اس زمانہ میں بھی نازل ہو گئی جس نے ہندوستان و پنجاب میں قیامت برپا کر رکھی ہے۔ پس جو صاحب اس کا باعث معلوم کرنا چاہیں وہ قرآن مجید کی آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا میں غور و خوض کریں۔ اور ان آفات سے بچنے کیلئے توبہ و استغفار کو اپنا حرز بنائیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجددیت پر ایمان لائیں۔ ہم دوا کا اسم اعظم یہ ہے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ کی آیات پڑھیں اور بلحاظ اسباب ظاہری تریاق طاعون معروف روغن نوری کے چند قطرات روزانہ کھاتے رہیں جس سے طاعونی زہر انشاء اللہ بدن کے اندر داخل ہوتے ہی ہلاک ہو جاتے ہیں بفضل تعالیٰ ہم نے اس کی یہ عجیب و غریب تاثیر تجربہ کی ہے کہ طاعونی ایام میں بفور چڑھنے بخار کے اگر اس کے چند قطرات کانوں میں ٹپکائے جائیں اور گلٹی پر ملا کر بدن پر مالش کیجائے تو فوراً اثر درد و بخار کا دور ہو اور سرسام و گلٹی کا خطرہ دور اور طبیعت میں صحت و سرور حاصل ہو گا۔ جن بچوں کو دوا کھانی شاق گذرتی ہے اگر انکے بدن پر ملیں تو بہت جلد طاعونی بخار بلکہ ہر قسم کے بخار سے آرام ہوتا ہے بارہا کا مجرب ہے علاوہ ازیں اور بھی بہت امراض کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ فی درجن ۱۰ روپیہ۔ تیل دافع مکھی و مچھر۔ ڈاکٹروں کی تحقیقات سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ طاعون زدہ چوہوں اور مردوں پر جب مکھی یا مچھر بیٹھکر کسی تندرست انسان کو کاٹے وہ مبتلائے طاعون ہو جاتا ہے ہم نے یہ تیل اس غرض سے تیار کیا ہے کہ بدن کے کھلے حصوں پر جہاں مکھی و مچھر کاٹنے کا احتمال ہو اس کو ملنے سے کاٹنا تو کجا پاس بھی نہ بیٹھینگے۔ ہر شخص کے پاس ہونا ضروری ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ یہ دونوں روغن حکیم نور محمد پروپرائیٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور سے بذریعہ وی پی طلب کریں۔

نوٹ۔ جو اخبار یہ اشتہار اجرتاً درج اخبار کرنا چاہے وہ ایک پرچہ نمونہ نوری شفاخانہ موکل کو بھیجدے۔

سچائی کا جھنڈا

ہتھیار نہیں گرم بازاری بھونوں کی تیز و طرار مشہوریوں کی آوازیں آجکل عجیب تماشا دکھا رہی ہیں لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزماؤ پھر منگاؤ بھلا اس میں کچھ بھی دھوکا ہے۔ قوائے تناسلیہ کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کیلئے یہ لاجواب معجون طیار کی ہے کہ چند روز کے استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسلیہ انشاء اللہ تعالیٰ فوراً دفع ہونگی اور ہر قسم کی باہیہ شکایت کیلئے مفید ہے ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لکھ دیں کہ جواہرات سے طیار ہوئی ہے اول نمونہ مفت منگائے پھر پسند ہو طلب فرمائیں قیمت فی بکس ایک روپیہ۔

طلائے اکسیر۔ پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے جو مرض لاحق ہوتے ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک پہنچا دیتے ہیں وہ ہمارے طلائے اکسیر سے نابود ہو جائیں اور معجون طلسمی کھائیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ انکو نفع دیگا۔ منگوانے سے پہلے نمونہ منگا کر آزماؤ۔ قیمت چھ ماشہ دو روپیہ۔

سرمہ سلیمانی۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو دفع کرتا ہے اور بصارت بڑھاتا ہے قیمت ایک تولہ ۱؎

منجن دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو دفع کرکے دانت مثل گوہر آبدار بنا دیتا ہے مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۴؎

المشتہر

حکیم محمد حسن خلف حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ مطب گڈھ ضلع دہلی

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

ازالہ اوہام۔ حصہ دوم۔ یہ بے نظیر کتاب سلطان القلم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبردست قلم کا نتیجہ ہے جس میں اپنے دعویٰ کے متعلق نہایت شرح و بسط سے کام لیا ہے اور مخالفوں کے اعتراضوں کو بمنزلہ توڑا ہے قیمت ۱۲ سنت بچن ۱؎۔ آریہ دھرم۔ آریہ مذہب کی حقیقت کو حضرت حجۃ اللہ نے نہایت ہی وضاحت کے ساتھ جوابدیا ہے جو وہ اسلام پر کرتے ہیں قیمت ۴؎۔ نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط۔ حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے اور وحدت وجود کے اعتقادات کا لاجواب رد کیا ہے یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے ۱۲؎۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب عیسائی مذہب کی تردید اور اسلام کی حقیقت پر حضرت خلیفۃ اللہ کا لطیف رسالہ دوسری مرتبہ چھپا ہے۔ قیمت ۲؎۔ فیصلہ آسمانی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلم سے مضمون نام سے ظاہر ہے۔ قیمت ۲؎۔ نور القرآن۔ حصہ دوم۔ عیسائیوں کا عجیب رد قیمت ۴؎۔ ایڈیٹر الحکم کی تالیفات۔ تفسیر القرآن پارہ اول۔ یہ تفسیر قوم اور بزرگان قوم نے غیر معمولی طور پر پسند فرمائی ہے صدہا خطوط پسندیدگی کے بھیجے گئے ہیں یہاں تک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باہر بھی اسکو نہایت ہو گئی ہے قیمت فی پارہ ۸؎۔ سلک مروارید۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح اور ان میں سلسلہ عالیہ کی تعلیم ناول کے طور پر لکھا ہے۔ قیمت ۴؎

المشتہر

منیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ۔ سب سے ہر رشی دار کشمیری لکڑی معہ ہینڈل کاک کین اور دو ربڑ لگے ہوئے نہایت پایدار ہے قیمت ۲ روپیہ۔ کرکٹ بیٹ۔ سب سے ہر رشی دار کشمیری لکڑی معہ کین ہینڈل معہ دو ربڑ کے میچ کیلئے نہایت عمدہ ۸؎۔ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوئم کی ہوگی۔ ہینڈل میں ایک ربڑ اور کین ہوگا ۱؎۔ کرکٹ بیٹ۔ آل کین۔ لکڑی چیدہ مضبوط اور پایدار پریکٹس کے لئے ۱۲؎۔ کرکٹ بیٹ معمولی پریکٹس کے لئے ۱؎

بچوں کے کرکٹ سٹ ۱۲ سے ۱۴ برس کی عمر والوں کے واسطے دو سٹ ایک سٹ وکٹس ایک بال لکڑی کا بکس فی سٹ ۱؎

۱۰ و ۱۱ سٹ ایک سٹ وکٹس ایک بال فی بکس ۱؎

فٹ بال عمدہ کاؤ ہائڈ پایدار اور مضبوط بلیڈر نہایت پایدار نمبر ۵ ۵؎ ... ۸؎

بچوں کے لئے فٹ بال معہ بلیڈر ۳؎

کرکٹ بال گٹ سوئن نہایت عمدہ اور مضبوط چمڑے والے میچ کے نہایت ۱؎

پریکٹس ۱؎

کرکٹ وکس فی کیابی ۴؎

المشتہر نظام الدین مستری احمدی شہر سیالکوٹ

سارٹیفکٹ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مال از قسم پریکٹس بیٹ پریکٹس وکٹ۔ فٹ بال وغیرہ پہنچا ہر طرح عمدہ قابل تعریف پایا۔ میری خیال میں ولایت کے سامان کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور قیمت میں اس سے بہت کم ہے۔ میں اسکو کم خرچ بالا نشین کا مصداق پاتا ہوں

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی مالک و ایڈیٹر کے چھپ کر شائع ہوا

حضرت حکیم الامۃ کی اجمالی خود نوشت سوانح عمری

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یہ اس روٹی کے انتظام اور دعا کے بعد حکیم صاحب کے حضور پر تکلف لباس میں جا پہونچے۔ جاتے ہی اپنی دعا کی قبولیت کا یہ اثر دیکھا کہ حکیم صاحب نے فرمایا آپ اوس دن آئے اور بے اجازت چلے گئے۔ یہ شاگردوں کا کام ہے۔ آئندہ تم روٹی ہمارے ساتھ کھایا کرو اور یہیں رہو۔ یا جہاں ٹھہرے ہو وہاں رہو۔ مگر روٹی یہاں کھایا کرو۔ میں نے کچھ عذر معذرت کی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا پڑھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا طب پڑھنا چاہتا ہوں۔ مجھے تو اوس وقت اطلاع بھی نہ تھی کہ دنیا میں بڑا طبیب کون ہوا ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہاں تک طب پڑھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا افلاطون کے برابر۔ مجھے خبر بھی نہ تھی کہ افلاطون کوئی حکیم ہے یا طبیب۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ کچھ تو ضرور ہی پڑھ لوگے۔ اگر کسی چھوٹے کا نام لیتے تو میرے دل کو بہت صدمہ پہنچتا۔ کیونکہ ہر ایک انسان اپنے غایت مطلب تک تو نہیں پہونچتا۔ حکیم الہ دین لاہوری مرحوم اور حکیم محمد بخش لاہوری مرحوم سے کسیقدر موجز تو میں پڑھ ہی چکا تھا۔ اور علمی مباحثات کے لئے میری علمی تعلیم کافی سے بھی کسیقدر زیادہ تھی۔ میں نے عرض کیا قانون شروع کرا دو۔ اسپر حکیم صاحب نے تبسم کیا۔ پھر میں نے جلد جواب دیا کہ میں تو خدا کی کتاب بھی سمجھ سکتا ہوں۔ بوعلی سینا یا اوس کا قانون کیا اس سے بڑے ہیں۔ حکیم صاحب نے نفیسی کیطرف اور اس کے علمی حصہ پر مجھے مجبور کیا۔ اور میں نے کتاب شروع کر دی۔ ایک ہی سبق تمام دن میں میرے لئے ہرگز قابل برداشت نہ تھا۔ اور میں نے بہت کوشش کی کہ کہیں اور سبق پڑھوں مگر وہابیت کا خدا بھلا کرے اوس نے کوئی جگہ پسند نہ کرنے دی۔ پھر بھی مولوی نصرت اللہ نام فرنگی محلے سے میری سفارش ہوئی اور انہوں نے ملا حسن یا حمد اللہ پڑھانے کا وعدہ کیا اور شروع کرا دی۔ میں نے چند سبق ہی پڑھے ہونگے جو میں نے تنہائی میں اپنی گذشتہ عمر کا مطالعہ شروع کیا۔ اور اس بات تک پہونچ گیا کہ اگر تو اسی طرح پڑھے گا تو ان علوم سے متمتع ہونے کے تجھے کب دن ملیں گے۔ اور میرے دل نے فیصلہ کر دیا کہ اگرچہ سات سبق ہر روز نہ ہوں تو پڑھنا گویا عمر کو ضائع کرنا ہے۔ غرض اس فیصلہ کے بعد حکیم جی کے حضور صرف اس لئے میں گیا کہ آج ہی اون سے رخصت ہو کر واپس رامپور چلا جاؤں گا۔ لیکن خداوندی قدرت کے کیا تماشے ہیں کہ میرے اس ارادہ سے پہلے اوس دوپہر ہی کے وقت حکیم جی کے نام نواب کلب علی خان نواب رامپور کا تار آیا تھا کہ آپ ملازمت اختیار کر لیں اور ایک علی بخش نام اون کے چاہتے خدمتگار علیل ہیں اون کا آکر علاج کریں۔ دوپہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر میں وہاں حاضر ہوا۔ اور میں نے اپنے منشا کا اظہار کر کے عرض کیا کہ اب میں رامپور جانا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا تم یہ بتلاؤ کہ میرے جیسے آدمی کو ملازمت اچھی ہے یا آزادی سے علاج کرنا۔ چار سو روپیہ کے قریب ہمیں شہر میں آمدنی ہوتی ہے۔ کیا اس آمدنی کو چھوڑ کر ملازمت اختیار کریں تمہارے خیال میں یہ بھلی بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نوکری آپ کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ موجودہ حالت میں اگر آپ کے حضور کوئی شخص اپنے پہلو یا سر میں کو کھجانے لگے تو آپ کے دل میں اور دماغ میں یہی گذرے گا کہ یہ کچھ روپیہ نکالتا ہے۔ اسپر وہ بہت قہقہہ مار کر ہنسے۔ اور اللہ تعالے نے آپ کے دل میں یہ ڈالدیا کہ یہ بھی اس شخص کے تصرفات کی کوئی بات ہے۔ غرض ہماری دلائیت کا وہاں سکہ بیٹھ گیا۔ پھر وہ تار نکالا۔ اور کہا کیا یہ آپ کے رامپور جانے کی ترکیب نہیں۔ اچھا ہم منظور کرتے ہیں اور آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ غرض معًا رامپور واپس آنے کی تیاری ہوگئی۔ رامپور پہونچنے سے پہلے یا رامپور میں حکیم جی نے مجھے کہا کہ اس شخص کی صحت کے لئے تم دعا کرو۔ میں نے کہا یہ بچتا نظر نہیں آتا اور مجھے اس کے لئے دعا کیطرف توجہ نہیں ملتی۔ اور بدون توجہ دعا نہیں ہو سکتی۔ یہ جیسے یا مرے ہم رامپور پہونچ گئے ہیں۔ آخر علی بخش صاحب کا انتقال ہو گیا۔ رحمہ اللہ۔ حکیم صاحب نے مجھے فرمایا کہ اس کے مرنے پر ہمارے شہر کے ایک حکیم ابراہیم صاحب ہیں اون کو دربار میں ہمپر ہنسی کا موقع ملا ہے۔ میں خدا کی ہستی کا اقرار کرتا ہوں میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ اس مریض جیسا کوئی اون کے ہاتھ سے بھی مرا رہیگا۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ قدرت الٰہی کو دیکھو نہ گمان نہ خیال علی بخش کے بالمقابل ایک دوسرا خدمتگار نواب کا اوسی بیماری میں گرفتار ہوا اور حکیم ابراہیم صاحب لکھنوی اس مریض کے معالج تجویز ہوئے۔ مریض کو ورم کبد بھی تھی۔ ایک دن اس کے منہ سے خون آیا معالج حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ بحرانی خون ہے اور اب مجھکو اسکی صحت کی بہت امید ہے۔ ہمارے حکیم صاحب نے اگر یہی بات ظاہر کی اور میں نے عرض کیا کہ اب یہ مر گیا ہے۔ خدا کے عجائبات ہیں انسان کی کیا مقدرت ہے کہ وہ مریض مر گیا اور عوض معاوضہ گلہ ندارد حکیم ابراہیم صاحب آئندہ تمسخر سے باز آگئے۔ یہاں میں دو برس حضرت حکیم صاحب کے حضور حاضر رہا۔ اور میں نے کل قانون کا علمی حصہ ختم کیا۔ اور بعد حصول سند و اجازت رخصت مانگی کہ اب میں عربی کی تکمیل کے لئے حدیث پڑھنے کو کہیں جاتا ہوں۔ آپ نے مجھے میرٹھ اور دہلی جانے کا مشورہ دیا۔ اور نہایت محبت سے فرمایا کہ ہم معقول خرچ ان دونوں شہروں میں دینگے مگر جب میں میرٹھ پہونچا تو حافظ احمد علی صاحب کلکتہ کو چلے گئے تھے۔ اور مولوی نذیر حسین مجاہدین کے روپیہ پہونچانے کے مقدمہ میں ماخوذ تھے ان دونوں سے ایک حرف بھی پڑھنا نصیب نہ ہوا۔ اگرچہ پھر آخر میں ایک وقت میں نے حافظ احمد علی صاحب سہارنپوری سے بہت کچھ استفادہ کیا۔ مگر وہ طالب علمی کا وقت نہ تھا اور میں بھوپال پہونچ گیا۔

طب کے پڑھنے میں مجھے جو امر بہت نافع نظر آیا اور میں نے خود عمل کیا اور جسمیں میں نے بہت فائدہ اٹھایا اسکو بیان کرتا شاید مفید ہو۔ سو اوس میں پہلی بات یہ ہے کہ میں نے مفردات اور مرکب ادویہ کے متعلق بہت دنوں تک حضرت حکیم صاحب سے کبھی بھی سوال نہ کیا کہ یہ مرکب کس طرح بنتا ہے یا اس مفرد کا کیا نام ہے بات یہ تھی کہ اگر وہ نام بتاتے تو صرف لکھنؤ کا مروج نام فرماتے اور وہ میرے لئے اپنے وطن میں کچھ بھی مفید نہ ہوتا اور مرکبات کے واسطے میں یقین کرتا تھا کہ قرابادین کا مطالعہ کافی ہوگا۔ اسپر آخر حکیم صاحب نے مجھسے پوچھا جس کو سم الفار اور سنکھیا کہتے ہیں۔ اور سرخ مرچ کے متعلق سوال فرمایا۔ کہ تم اس کو مفردات سے کسطرح نکالوگے۔ سوال میرے رستہ میں ممکن تھا کہ ایک بیمار بنتا کہ میں آئندہ دواؤں کے نام پوچھ لیتا۔ مگر میں نے خیال کیا کہ ایک ایک دوا کے بیسیوں نام ہوتے ہیں خود حکیم صاحب بھی مجھے کب بتا سکتے ہیں۔ اور میں نے اپنے مطالعہ کی عادت کے باعث جلد اس کا جواب حاصل کر لیا جس پر

وہ خود مطمئن ہوگئے۔ دوسری بات نسخہ نویسی کے متعلق تھی وہ چاہتے تھے کہ میں اون کے نسخہ لکھا کروں اور مجھے مطلوب تھا کہ میں علم پڑھوں۔ جس وقت میں بیماروں کی گھمسان دیکھتا میں اپنے دوسرے اساتذہ کے پاس اور علوم کے واسطے چلا جاتا کیونکہ حکیم صاحب کے پاس صبح سے عشا تک بیٹھنے سے ضروری سبق بھی بمشکل ختم ہوسکتا تھا۔ اس سیر کا سلسل یہ ایک دن ایک مرض ماشرہ کا مبتلا بیمار آیا اور اس کا سر اسقدر موٹا ہوگیا تھا جیسے ایک ہاتھی کا۔ اور اوس کے ہونٹوں اور آنکھ کی شکل بھی بڑی بھیانک تھی میں اس نظارہ سے دو تین روز پہلے ہی یہ مرض پڑھ چکا تھا مگر مریض کو دیکھکر سمجھ نہ آیا کہ یہ ماشرہ ہے۔ اور حکیم صاحب نے فرمایا کہ اس کا نسخہ لکھو۔ اسپر میں بہت گھبرایا۔ آخر میرے پاس تو دعا ہی کا ہتھیار تھا معاً حکیم صاحب نے بیساختہ فرمایا کہ ایسے ماشرہ دنیا میں دیکھنے میں کم آتے ہیں تب مینے عرض کیا کہ اس مریض کو دیکھنے میں بہت جگھٹا ہوگیا ہے یہ اس کو مکان پہلے جاویں اور پھر آکر نسخہ لے جاویں۔ اس طرح وقت کو ٹلا دیا۔ اور خود اپنے کمرہ میں جاکر حکیم صاحب سے زیر نظر کتابیں شرح گیلانی۔ قانون پر۔ اور ترویح الارواح اور طبری۔ اور مجموعہ بقائی کو دیکھنا شروع کیا اور ان تمام کتابوں سے ایک مشترک نسخہ ضماد اور طلا۔ اور کھانے کا لکھ لیا۔ اور کتابیں اپنی اپنی جگہ پر رکھوادیں اور نسخہ قریبًا یاد کرلیے۔ تیماردار دیر کے بعد آیا اور حکیم صاحب نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ آپ نے نسخہ لکھا ہے میں نے کہا کہ ابھی لکھدیتا ہوں۔ اور مینے قلم اٹھاکر جھٹ ایک نسخہ لکھدیے اور حکیم صاحب کے حضور پیش کیے۔ آپ نے اون کو دیکھکر مجھے ارشاد کیا۔ شرح گیلانی اور ترویح۔ اور مجموعہ بقائی لاؤ۔ میں لایا اور میرے نسخہ کو مد نظر رکھکر سرسری نظر اون کتابوں پر ڈالی اور نسخہ تیماردار کو دیدیے جب فراغت ہوئی مجھے اپنے بیاض بڑی محبت سے عطا کی۔ اور فرمایا تم اس کے اہل ہو۔ دیکر آپ حرم سرائے میں تشریف لے گئے مینے دیکھا اوسمیں کچھ نسخہ تھے۔ میں اپنی کم علمی اس سے استغنا کرسکا۔ اور مجھے اوس وقت یاد بھی نہیں کہ اوس میں کیا تھا۔ مگر اس بیاض کو مینے مطب میں ہی چھوڑ دیا اور میں بھی اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ کسی دوسرے وقت حکیم صاحب آئے اور بیاض کو اس طرح کھلا پڑا دیکھکر اوٹھایا اور مجھے دیا۔ مینے عرض کیا اس کو کیا کروں۔ نسخہ لکھنا تو تشخیص پر منحصر ہے اور اسمیں کوئی تشخیص نہیں اسپر متبسم ہوکر کہا کہ بات تو ٹھیک ہے۔ تیسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے۔ کہ درسی کتب میں قانونچہ۔ موجز۔ اقصرائی۔ نفیسی۔ سدیدی۔ شرح اسباب۔ لمبا سلسلہ مجھے حیرت دہ تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ جیسے اور علوم میں ملکہ ہونے کے بغیر کوئی علم نہیں آسکتا اسی طرح طب بھی ایک ملکہ کے بغیر کیونکر مفید ہوسکتا ہے۔ اور جیسے دینی کتابوں میں علے العموم یہ غلط راہ اختیار کیگئی ہے کہ مختصرات اور حواشی در حواشی میں وقت ضایع کیا جاتا ہے۔ دودہ کا جلا ہوا چھاچھ کو بھی پھونکنے لگ گیا۔ مجھے اپنی گذشتہ عمر کے ضائع ہونیکا سخت ہی افسوس تھا اس لئے مینے صرف قانون ہی کا پڑھنا اور وہ بھی صرف عملی حصہ کا پڑھنا پسند کیا تھا۔ اسلئے حکیم صاحب نے ایک دن مجھے فرمایا کہ تم شرح اسباب کسی کو ہمارے سامنے پڑھاؤ۔ جس کو مینے بطیب خاطر پسند کیا۔ اور ایک شخص مولوی محمد اسحاق ساکن نگینہ کو شرح اسباب حکیم صاحب کے سامنے پڑھانی شروع کی اور اسمیں مجھے کامیابی ہوئی یہ فوائد ناظرین کے سامنے ذکر کردیے ہیں کہ کسی کو فائدہ ہو۔

اب بھوپال پہنچنے سے پہلے ایک واقع کا ذکر کرنا ضروری ہے گنہ چھاونی سے ہم چلے اور میرے ساتھ ایک محمود نامی افغان نہایت خوبصورت نوجوان تھا۔ ہم نے تھوڑا ہی فاصلہ گنہ سے طے کیا ہوگا کہ ایک زمیندار نے ہم کو کہا کہ اس سڑک پر مری ہے اور مری وہ ہیضہ کو کہتا تھا۔ دوسری سڑک پر چلو۔ لیکن محمود ایک بڑا سٹوئک آدمی تھا۔ توکل کے غلط معنے جسمیں آجکل علے العموم مسلمان گرفتار اور کاہل الوجود ہوگئے ہیں اوسمیں وہ بھی گرفتار تھا۔ اس شخص کے کہنے پر پروانہ کی مینے بھی روکا۔ مگر اوس نے کہا خیر دا حصہ ہے کیا اعتبار۔ مینے محمود کو کہا کہ میں بیزار ہوں مگر مجبور ہوں۔ آخر ہم چلے چند منٹ کے بعد محمود خود ہیضہ میں مبتلا ہوگیا دور سے ایک گاؤں نظر آیا تھا ہم نے بہت کوشش کی کہ جلد وہاں پہونچیں مگر ایک ہی اجابت نے محمود کو مضمحل کردیا۔ آخر گاؤں کے پاس پہونچے گاؤں والوں نے بالکل روکدیا اور ہم نے ایک املی کے نیچے ڈیرہ کردیا۔ محمود کی حالت دفعتًا نہایت بگڑ گئی۔ اور دو تین دست کے بعد اوس نے انتقال کیا۔ اوس کے دفن کرنے میں اور [illegible] کھانا ملنے میں مجھے بہت دقت ہوئی۔ مرنے کے بعد مینے گاؤں کے نمبردار کو دفن کے لیے بہت کچھ منت کی مگر وہ ایک زرخطیر کو لیکر راضی ہوا اور پھر بھی یہ کہا کہ میت کو ہم میں سے کوئی نہ اوٹھائیگا۔ ہاں ہم ایک گڑھا کھود دیتے ہیں۔ مینے محمود کو خود اٹھاکر گڑھے میں ڈالا اور نماز جنازہ تب یاد آئی جب مٹی برابر کرچکے۔ تو وہ ایک مسلمان جو صرف ایک ہی گاؤں میں مسلمان تھا اور اوس کا نام گرجن اور ایک اوس کا بھائی اوس نام ارجن۔ اور جسکو ہرچند ہی مینے اپنی امداد کے لیے کہا تھا اور انکار کرچکا تھا۔ اوسکا اکلوتا بیٹا ہیضہ میں گرفتار ہوگیا۔ کچھ تو وہ مشرکانہ خیال کے باعث اور کچھ اسلیے کہ مجھے محمود کا علاج کرتے ہی دیکھا تھا میرے پاس دوڑتا اور روتا ہوا آیا۔ اور کہا ہمارے گھر چلو اور بہو نے بھی کہا کہ۔ میں چلا گیا اور اوس لڑکے کو یہ دوائی دی۔ گل ناشگفتہ عشرہ ۱۲ ماشہ۔ سہاگہ بریاں ۶ ماشہ دار فلفل ۶ ماشہ۔ لونگ ۶ ماشہ۔ زنجبیل ۵ ماشہ۔ گولی بنائی۔ اور نیم کی اندر چھال کے پانی کے ساتھ دی۔ مغز نانکہ کی۔ مرچ۔ کو چٹانا شروع کیا۔ اور لہسن کوٹ کر اوس کے ناخنوں پر باندہ دیا۔ لڑکا سنبھل گیا۔ اور اوس کی ماں نے تازہ چوکا بناکر مجھکو اوس کے اندر بٹھاکر کھانا کھلایا۔ شہر میں مرض کی بڑی شدت ہوگئی اور ہم وہاں طبیب ہوگئے۔ نمبردار نے ہمارا روپیہ واپس کردیا۔ اور مجھے کہا کہ آپ کو میں مع آپ کے اسباب کے بھوپال پہونچا دوں گا۔ اور اوس نے اپنے عہد کو بڑی وفاداری سے نبہایا۔ اوسی راستہ میں ہم نے حضرت شاہ وجیہ الدین جو ہمارے شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ صاحب کے بڑے تھے اون کے گنج شہیدوں کو دیکھنے اور عبرت حاصل کرنے میں بہت فائدہ اٹھایا۔ وہاں شاہ صاحب کو گنگن ولی کہتے تھے۔ (باقی آیندہ)

حقیقت نماز شائع ہوگئی

مشاہیر اسلام کی سوانح عمریاں

عمرو بن العاص رضؓ فاتح مصر

خلیفہ کی حقیقی مسند اگر تو وہ صرف اعلٰی اور ارفع ذات تہی جس کا نام نامی عمر بن الخطاب رضؓ تہا حضرت ابو بکر رضؓ کی خلافت کی کامیابی کا راز بہی اسی ذات میں مستتر تہا جس نے اسوقت وزارت کی حیثیت سے اس اہم فرض کے بوجھ کو اپنے سر پر اٹھا رکہا تہا۔

حضرت عثمان رضؓ کے خلافت کے زمانہ میں بہی اوسی زور دار اور طاقت ور ہاتہوں کی اوٹہائی ہوئی ترقی کی موجیں دوسری سلطنتوں کے سواحل کو توڑ رہی تہیں اور گو اوس ہاتہ کو پنجۂ اجل نے توڑ ڈالا تہا مگر اوسکی اوٹہائی ہوئی موجوں کی روانی دور تک پہونچ چکی تہی کہ اوس کے سکون کے لئے بہی ایک مدت چاہیے تہی۔ جو خلافت عثمان رضؓ کے زمانہ تک جاری رہی ۲۵ سنہ ہ سے جسمیں کہ حضرت عثمان رضؓ قتل ہوئے خلافت کو لوگوں نے ایک شکار سمجھ لیا جس کے لئے بہت سے شکاری پیدا ہوگئے اور آخر جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کی باگ اُن ہاتہوں سے نکل کر جس کو لوگ اس کے شایاں خیال کرتے ہیں دوسرے ہاتہوں میں چلی گئی۔ وہ بہی امیر معاویہ رضؓ تک خیریت تہی۔ اس کے بعد تو یہ ہوا کہ آج ہی امید ہیں۔ تو کل ابن زبیر ہے۔ ادہر ایک علم خلافت کا بلند ہوتا ہے۔ اُودہر دوسرا جہنڈا کہڑا کیا جاتا ہے۔ ذرا کسیکو عروج ہوا اور اس نے خلافت کا نہیں تو کم سے کم بغاوت کا علم ضرور کہڑا کیا۔ خاندانی حقوق پر دعوے کئے جاتے تہے اور ہر ایک قریشی کے دماغ میں خلافت کا سودا بہرا ہوا تہا۔

ان شکاریوں اور پولٹیکل بازی کہیلنے والوں میں سب سے بڑا اور کامیاب حریف ہی ایک شخص ہے جس کا نام ہم نے زیب عنوان کر رکہا ہے اور جو ہمیشہ مدبرین عرب کی فہرست کا سرتاج رہیگا۔

یہ شخص بہی قریشی تہا اور وہ اعلٰی دماغی قوتیں جو خاندان قریش کو فطرت نے ودیعت کی تہیں بطور وراثت طبعی کے ان کو ملی تہیں۔

ان کا نسب نامہ یہ ہے عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب۔ انکی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی اور جوانی میں جیسا کہ عام قریش کا دستور تہا انہوں نے بہی تجارت شروع کی۔ تجارت کے قافلوں کے ساتہ شام وغیرہ کو جایا کرتے تہے۔ اور وہاں سے ہی اموال تجارت لاکر مکہ میں بیچتے تہے۔ ایک دفعہ اتفاق وقت سے ملک مصر میں بہی ان کا جانا ہوا۔ اور وہاں کے اکثر شہر اور خاصکر اسکندریہ کو دیکہکر جو ثروت اور دولت اور عیش و آرام کا گہر تہا ان کو ایک حیرت سی ہوگئی۔ اوس کی سر بفلک عمارتیں۔ سر سبز باغات۔ بڑے بڑے عالیشان کنیسے اور وہاں کے لوگوں کے عمدہ اور خوش وضع لباس اور اونکی رفاہیت دیکہکر اون کے ہوش جاتے رہے۔ وہاں کی عید بہی انہوں نے دیکہی۔ اور اُن آنکہوں کو وہ چہل پہل زرق برق لباس۔ شاہی سواری کا تزک و احتشام دیکہکر جنہوں نے سوائے عرب اور شام کے جہونپڑوں اور معمولی بازاروں کے اور کچہ نہ دیکہا تہا سکتہ سا ہوگیا۔

آہ تقدیر!! کسی کو کیا خبر تہی کہ یہ ریگستانی باشندہ۔ جو آج اس تمام سامان جاہ و جلال کو حیرت اور سکوت کے ساتہ کہڑا دیکہہ رہا ہے وہ بہت تہوڑے زمانہ میں نبوی نور سے روشنی حاصل کرکے اس کی آن بان اس وسیع ملک کو فتح کریگا۔ اور یہ سارا کر و فر دم کی دم میں اوسکی تلوار کو سجدہ کرلیگا۔

الغرض عمرو بن العاص رضؓ مصر سے واپس آئے مگر دل میں نئے حوصلے لئے ہوئے تہے۔ اگر سچ پوچہئے تو یہی خیالات جو مصر اور اوسکی خوشحالی دیکہکر ان کے دل میں پیدا ہوئے تہے بعد میں فتح مصر کے باعث ہوئے۔ کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ کے زمانہ میں یہ اکثر اون سے مصر کی حالت بیان کیا کرتے تہے اور اس امر کی اجازت چاہتے تہے کہ کسی صورت سے وہاں اسلامی فوج جائے اور اوسکو فتح کرے۔ چنانچہ جب شام اور عراق ختم ہوگیا تو حضرت عمر رضؓ سے اونہوں نے پہر کہا کہ اگر آپ مصر فتح کریں گے تو مسلمانوں کو بہت قوت اور شوکت حاصل ہوجائے گی کیونکہ وہ نہایت دولت مند ملک ہے جو سبزی اور شادابی کے لباس میں ملبوس ہے۔ اور وہاں کی عیش پسند طبایع کے جذبات لڑائی کے حملے کے برداشت کی طاقت نہیں رکہتے حضرت عمر رضؓ جنکو مسلمانوں کا ایک رونگٹا دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز تہا اون کی استدعا کو ٹال جاتے تہے۔ اور مسلمانوں کو ایسے دور دراز ملک میں لڑائی کے لئے بہیجنا گوارا نہیں فرماتے تہے۔ آخر جب عمرو بن العاص رضؓ نے بیحد اصرار کیا اور ساتہ ہی اون کے ترددات کو رفع کرکے اطمینان دلایا تو وہ نیم راضی سے ہوئی۔ اور ایک فوج جسکی تعداد کسی تاریخ سے ٹہیک معلوم نہیں ہوتی۔ مگر غالباً ۴ ہزار کے درمیان تہی اون کے ہمراہ اون کی سرکردگی میں دیکر رخصت کیا۔ پہر بہی کہا کہ میں ابہی متردد ہوں۔ اس لئے تم میرے خط کا انتظار کرنا اگر میرا خط تم کو قبل دخول سرحد مصر کے ملجائے تو واپس چلے آنا۔ اور اگر داخل ہونے پر ملے تو بسم اللہ کرکے چلے جانا۔

عمرو بن العاص رضؓ۔ فوج لیکر رخصت ہوئے لیکن اون کو خیال تہا کہ امیر المومنین متردد ہیں ہم کو کہیں واپس نہ بلالیں۔ آخر مصر کے سرحد کے قریب ہی اون کو حضرت عمر رضؓ کا خط ملا۔ لیکن دوسرے دن جب یہ اوس کے حد میں داخل ہوگئے تو خط کہولا۔ اوسمیں یہی تہا کہ اگر تم کو یہ میرا خط قبل دخول سرحد مصر کے ملجائے تو واپس چلے آؤ۔ اور اگر بعد داخل ہونے کے ملے تو چلے جاؤ اللہ تمہارے ساتہ ہے۔ مجہکو اپنی امداد کے لئے مستعد سمجہو۔ عمرو بن العاص رضؓ نے یہ خط بر سر اجلاس عام تمام فوج کو سنایا۔ اور کہا کہ ہم اب سرحد میں داخل ہوچکے ہیں اسلئے خلیفہ کے حکم کے مطابق آگے بڑہنا ہمارا فرض ہے۔ اور وہ آگے بڑہے۔

یہ فوج مصر کے ملک میں مشرقی جانب سے داخل ہوئی۔ اور اہل روما کے ساتہ جو وہاں کے اوسوقت حکمران تہے اُن کو پہلے لڑائی الفرما میں لڑنی پڑی۔ ایک مہینہ کے بعد وہ جہاؤنی فتح ہوگئی اور وہاں سے آگے بڑہکر بلبیس میں اون کو لڑنا پڑا جہاں مقوقس والی مصر کی بیٹی ارمانوسہ رہتی تہی یہ مقام مسلمانوں نے بہت جلد فتح کرلیا۔ ارمانوسہ کو عمرو بن العاص رضؓ نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتہ اوس کے باپ مقوقس کے پاس اسکندریہ بہیجدیا۔ مسلمانوں کی یہ عظیم الشان نیک مزاجی اور دشمنوں کا اس درجہ

(باقی)

احترام دیکھا۔ مقوقس جو سلطنت روما کی طرف سے مصر کا حکمران تھا مسلمانوں کا دل سے مداح ہو گیا۔ اور مصر کی فتح میں اس خوش اخلاقی نے عمرو بن العاص رضؓ کے لئے ایک تیر بہدف کا کام دیا۔

مصر میں اس وقت دو متضاد گروہ تھے۔ ایک تو قبطی جو مصر کے اصل باشندے اور محکوم تھے ان کا مذہب یعقوبی تھا۔ دوسرا گروہ اہل روما کا تھا۔ جو حکمران تھے۔ اہل مصر یعنے قبطی قوم اہل روما کی سخت مخالف تھی۔ کیونکہ اہل روما نے اون کے اوپر بہت سے مظالم توڑ رکھے تھے اور اون کے جور و ستم سے وہ تنگ آگئی تھیں گو زبان سے وہ کچھ کہ نہ سکتی تھیں لیکن اون کے دل اون سے پھرے ہوئے تھے اور یہی وجہ ہوئی کہ اہل عرب کا اونہوں نے تہ دل سے خیر مقدم کیا۔ کیونکہ اون کی نیک مزاجی۔ اور آزادانہ برتاؤ سے جو ان کے مذہب کا جزو اعظم تھا اون کو یقین ہو گیا کہ اسلامی حکومت ہمارے لئے رحمت ایزدی ہے جو اون سے بچی ہے۔

عمرو بن العاص رضؓ کا اسلامی جھنڈا المعظم سے گزرتا ہوا حصن بابل کو پہونچا۔ اور وہاں محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ بہت مضبوط بنا ہوا تھا۔ اور اس کے ایک طرف سے دریائے نیل لہریں مارتا ہوا گزرتا تھا۔ اس لئے محاصرہ میں بڑی دقت ہوئی۔ مسلمان اچھی طرح اوسکے رسد رسانی کو نہیں روک سکتے تھے۔ اسی قلعہ میں مقوقس بھی تھا جسکا صدر مقام اسکندریہ تھا مقوقس سلطنت روما کی طرف سے یہاں کا گورنر تھا مگر اصل میں یہ یونان کا باشندہ تھا۔ اوس کے مزاج میں انصاف پسندی بہت زیادہ تھی۔ اس لئے یہ اون مظالم کو نہیں دیکھ سکتا تھا جو اہل روما قبطیوں پر کرتے تھے۔ تہ دل سے یہ قبطیوں کا ہمدرد تھا مگر اس کا اظہار بوجہ سلطنت روما کے ملازم ہونے کے زبان سے نہیں کر سکتا تھا وہ بھی مصر میں اہل اسلام آنے کو اچھا سمجھتا تھا مگر مجبور تھا کہ جس سلطنت کا نمکخوار تھا اوس کا حق ادا کرے۔ اس لئے دکھانے کے واسطے اس قلعہ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک بھاری فوج لاکر قیام پذیر تھا۔

عمرو بن العاص رضؓ سات مہینے کامل محاصرہ کئے رہے۔ امیر المومنین عمرو بن الخطاب رضؓ سے مدد بھی طلب کی چنانچہ انہوں نے چار ہزار فوج اور بھی بھیجدی۔

اس درمیان میں عمرو بن العاص رضؓ اور مقوقس کے درمیان خط و کتابت شروع ہوئی اوس نے صاف صاف مسلمانوں کی خیرخواہی کا اظہار کیا اور آخر میں وہ قلعہ عمرو بن العاص رضؓ کے حوالہ کر دیا۔ اور گو دیگر رومن حکام اور خود سلطنت روما اوسکی کارروائی سے راضی نہ تھی لیکن اوس نے سب کے برخلاف وہ قلعہ مسلمانوں کے سپردگی میں دیدیا۔ اوس کی اسقدر خیرخواہی مسلمانوں کے ساتھ کچھ تو اس وجہ سے تھی کہ اوس کی لڑکی کے ساتھ اہل اسلام نے اچھا سلوک کیا تھا اور زیادہ تر اوس کا سبب یہ تھا کہ وہ اہل روما کے مظالم کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

سلطنت کیطرف سے اوس کے اوپر سخت عتاب ہوا مگر اوس نے ایک نہ سنی اور وہ قلعہ مسلمانوں کو دے ہی دیا۔ وہاں کچھ دنوں آرام لینے کے بعد عمرو بن العاص رضؓ نے اسکندریہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا جو اس وقت اس ملک کا پایہ تخت تھا۔ اب تمام رؤسا قبطی عمرو بن العاص رضؓ کے ساتھ ہو گئے رسد میں اون سے اسلامی لشکر کو بہت امداد ملتی تھی اور فوج کے راستہ کی درستگی کا انتظام اونہوں نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ اون کو ان سے نا تجربہ کاری امداد کی تحریص اس لئے اور بھی بڑھ گئی تھی کہ مقوقس نے اُن کو بھی مشورہ دیا تھا کہ مسلمانوں کی خیرخواہی کرو۔ یہ اسلامی لشکر نیل کے مغربی کنارہ پر سفر کرتا ہوا چلا راستہ میں کوم شریک اور مریوط کے قلعوں پر چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی پیش آئیں لیکن اون کی وجہ سے کچھ رکاوٹ نہیں ہوئی اور دو دو ایک ایک روز میں قبضہ ہوتا چلا گیا۔ قبطی سردار برابر مسلمانوں کے ساتھ تھے اور اون کی امداد کرتے گئے۔

اب یہ اسلامی لشکر اسکندریہ کو پہونچ گیا اور وہاں کا محاصرہ کیا۔ لیکن بحری راستہ کھلا ہوا تھا۔ قسطنطنیہ برابر آمد و رفت اسکندریہ تک جاری تھی۔ اہل روما نے نہایت سختی اور جوش کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس شہر کے ارد گرد ایسی بلند فصیل اور شاندار برجیاں تھیں کہ جن کو دیکھکر بڑے بہادروں کے حوصلے پست ہو جاتے تھے مگر اسلامی لشکر برابر محاصرہ کئے رہا۔ اہل اسکندریہ نے بھی وہ تمام وسائل مہیا کر لئے جو ایسے وقت میں دفع کرنے کے لئے مہیا کئے جا سکتے تھے۔ اور بڑی بڑی بہادری سے اون کو روکا۔ رسد اور آلات حرب قسطنطنیہ سے براہ راست اون کے پاس آتے تھے اس لئے محاصرہ نے بہت طول کھینچا۔ عمرو بن العاص رضؓ نے تنگ آکر اپنے تمام سپاہیوں کو جمع کیا۔ اور ایک نہایت پر جوش تقریر میں اون کو لڑنے کے لئے برانگیختہ کیا۔ اور یہ صلاح کی کہ ہم سب جسطرح ہو فصیل پر سے شہر میں کود پڑیں۔ آخر بات کو یہ لوگ مستعد ہوئے۔ اور سب سے پہلا شخص جو فصیل پر سے شہر میں اترا عمرو بن العاص رضؓ تھے۔ اس کے بعد مسلمہ بن مخلد اور وردان اترے جو اس فوج کے افسر تھے جو کمک کے لئے حضرت عمر رضؓ نے بھیجے تھے لیکن اہل روما کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے ایکطرف سے نرغہ کر کے ان تینوں آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ اور باقی کو اندر آنے سے روکدیا۔ اسلامی لشکر کے لئے ان تینوں افسروں کا گرفتار ہو جانا ایک نہایت سخت واقعہ تھا۔ مگر وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ شہر کے ارد گرد محاصرہ کئے رہا اور دوسرے افسروں نے فوراً گرفتار شدہ افسروں کی جگہ لے لی۔ کیونکہ اسلام نے تمام مسلمانوں کو اعلےٰ معیار انسانی پر پہونچا دیا تھا۔ اور ہر ایک سپاہی میں افسری کی قابلیت پیدا کر دی تھی۔

اس طرف یہ تینوں قیدی حاکم کے سامنے پیش کئے گئے اون سے پوچھا اب تو تم ہمارے ہاتھ میں قیدی ہو بتاؤ کس لئے تم ہم سے لڑنے کے لئے آئے ہو اور کس وجہ سے تم کو اسکی جرأت ہوئی۔ عمرو بن العاص نے نہایت بہادرانہ طور پر جواب دیا کہ ہم تم کو دعوت اسلام دینے کے لئے آئے ہیں۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم اور تم یکساں ہو جائیں ہر قسم کے حقوق میں مساوات ہو جائے گی۔ اور نہیں تو تم کو ذلت کے ساتھ جزیہ دینا پڑے گا۔ اگر یہ بھی نہ مانوگے تو ہمارے اور تمہارے درمیان میں تلوار سے فیصلہ ہوگا۔

(باقی آیندہ)

خطبۃ النکاح

(نوشتہ اکمل آف گولیکی)

مولوی حبیب اللہ صاحب مدرس چھیٹی لگاڑہ نے اپنی لڑکی کے رشتہ
کے لئے قادیان میں قیام رکھنے والے بھائی کو پسند کیا تھا اور صرف
تقوےٰ کی شرط رکھی تھی رکھنے کو رکھنے کو تو یہ صرف معمولی بات تھی۔ مگر در
اصل اس دل و دماغ کے آدمی بھی کوئی خواص ہی میں سے ہوتے ہیں
سو آپ کی نیت کے مطابق مجھے مولوی غلام نبی صاحب ایسا سلیم المزاج
عالم۔ سیاح مصر۔ ملگیا جنکی نسبت علامہ نورالدین کے الفاظ ہیں۔ کہ یہ
مجھے نہایت عزیز ہیں۔ اور میں انہیں اپنا بیٹا سمجھتا ہوں اور پھر یہ کہ
مجھ پر اس کے ایسے ایسے احسان ہیں کہ میں ان سے عہدہ برا نہیں
ہو سکتا۔ خط و کتابت ایک دو ماہ سے ہو رہی تھی۔ آخر مولوی غلام نبی
صاحب ان سہروگلیش کی تعطیلات میں گئے تو مولویصاحب اپنے تمام اہل
و عیال سمیت یہیں آگئے۔ تاکہ مدینۃ المسیح ہی میں نکاح منعقد ہو میرے
آقا نے بھی اس میں شمولیت کا ارادہ ظاہر فرمایا مگر حضور کی طبیعت علیل
ہو گئی۔ اس لئے مسجد مبارک میں مورخہ ۱۷ جون کو ۴ ۱/۲ بجے محسن و مکرم
علامہ نورالدین نے خطبہ پڑھا مولوی حبیب احمد اپنی عزیزہ کو دارالامان میں
رکھنے کے لئے اسقدر خواہاں ہیں کہ آپ نے کہدیا اس کا مہر یہی ہے کہ مولوی
غلام نبی دارالامان کی رہائش کو نہ چھوڑیں اور لڑکی کو دین کی تعلیم
دیں اگر ایسا نہ کریں تو ہزار روپیہ مہر ہے یہ ہزار روپیہ صرف آپکے
بڑھے ہوئے شوق رہائش مدینۃ النبی کا اظہار تھا اس پر علامہ موصوف
نے خطبہ شروع کیا آپنے خطبہ مسنونہ پڑھا یہ وہی خطبہ ہے جسے ہمارے
دیہاتی ملا بالکل بھول چکے ہیں اور وہ کچھ اور ہی وضعی عبارات عربی
میں پڑھ دیتے ہیں۔ افسوس یہ ان لوگوں کی رسول سے محبت کا حال
ہے کہ وہ اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتے
یہ لوگ ہمیں کہتے ہیں۔ کہ دین سے نکل گئے اور ان کے امام نبوت
کے مدعی ہیں مگر خود ان کے اپنے کام سنت رسول کے بالکل مخالف
ہیں اور ان کاموں سے کوئی بھی نہیں۔ جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے کئے بلکہ خود کئی باتیں وضع کرلی ہیں جس سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ان
ملانوں میں سے ہر ایک نبوت کا مدعی ہے ان لوگوں میں جو نکاح
ہوتے ہیں اول سے آخر تک دیکھو کوئی بات بھی اسلامی ہے؟!
بلکہ تم اوس دن سے لیکر جب کہ ناطہ ہوتا ہے اوس روز تک جبکہ
ڈولی گھر آتی ہے۔ تمام رسوم پر غور کرو ایک بات بھی دین رسول
صلعم کے مطابق ہے؟ کیا صحابہ کرام میں اسی طرح شادیاں ہوا کرتی
تھیں۔ اسی طرح پہلے تنبول بٹائے جاتے تھے اور اسیطرح نکاح
سے پہلے وڑد عام دعوت دیہاتی اور اسی طرح لڑکوں کو گانا
سکھایا جاتا اور کپڑیاں پہنوائی جاتی۔ اور اسطرح کوٹھوں پر چڑھکر
فحش گیت گائے جاتے۔ مسلمانو! شرم! شرم!! شرم!!!
کیا انہی کاموں پر مومن ہونے کا دعوےٰ ہے اور انہی پر ہمکو
ہمیں خارج از اسلام قرار دیا جاتا ہے۔ دیکھو ہماری شادیاں کسطرح
ہوتی ہیں مسجد میں چند احباب جمع ہو گئے ہیں خطیب اٹھکر خطبہ شروع
کرتا ہے اسی میں نکاح کا اعلان ہے کوئی جناتی بولی میں الفاظ
نہیں ہوتے اور نہ وہ سوانگ بھرا گیا ہے کہ ڈیل سے پوچھا جائے

انہ کہا آمدی۔ وہ کہے از شہر وکالت آمدم اور پھر ملاں صاحب ہند کے
ساتھ کان لگا کر اس کے کلمے سنیں گویا پہلے کافر تھا اور پھر نہایت مدہمی
آواز سے کچھ الفاظ جو صدیوں سے سینہ بسینہ یاد چلے آتے ہیں اور جسے
ان پڑھ دولہا خاک بھی نہیں سمجھتا کہیں کہ فلاں بیٹی فلاں کی جو سوا
اس نام کے اور نام نہیں رکھتی واسطے حلالیت و زوجیت کے ۵۰۰ تنکہ
سیاہ دو دینار سرخ سلطانی مہر پر (کمبختوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ سلطنت
بدل چکی ہے۔ جو نصف معجل و نصف غیر معجل ہے نکاح کر دیا۔ استغفراللہ!
نکاح کیا ہوا ایک مصیبت ہو گئی۔ یہ سب کچھ کیوں کہ اگر یہ طریقہ استعمال
نہ کیا جائے تو پھر یہ کون دے مگر یہاں ہماری جماعت میں تو ان
باتوں کا خیال تک نہیں۔ میں ذوق سخن سے کہیں دور ہی چلا
گیا مگر سچ کہتا ہوں کہ درد دل سے مضمون بڑھ گیا ہے۔ آمدم بر سر
مطلب۔ خطبہ میں صاحب موصوف نے بیان کیا کہ اس مسنونہ
عجائبات و اغراض و منافع نکاح کا بیان ہے الحمد للہ کہکر عسر
یسر ہر حالت میں خداتعالیٰ کی رضا پر سر تسلیم خم کرنے کا تہ دل سے
اقرار ہے پھر چونکہ انسان میں ضعف ہے اور ذمہ واری اسکی
بھاری چنانچہ یہی نکاح کا معاملہ ہے کوئی ہزار کوشش کرے
پھر بھی کئی مشکلات پیش آجاتی ہیں اپنی طرف سے لڑکا یا لڑکی
اچھی تلاش کر کے پیوند کیا جاتا ہے مگر نتیجہ خلاف امید نکلتا ہے
اسلئے اس مشکل کے حل کے لئے خدا سے مدد مانگی جاتی ہے۔ اسی
کی توفیق سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مہر میں کئی شرائط کی تو جاسکتی
ہیں مگر ان کا پورا کرنا بھی خدا کے فضل سے ممکن ہے مثلاً یہی ہمارے
مولویصاحب کی شرط بھی (گو یا بنظر حالات ظاہری کہا جا سکتا ہے
کہ ایسا ہی ہوگا) اسی قبیل سے ہے جس کے لئے خاص ذمہ واری
نہیں ہو سکتی۔ دیکھو جب نوح علیہ السلام کو کہا گیا کہ جس کا علم
نہ ہو اسکی نسبت سوال مت کر تو آپ نے عرض کیا۔ رب انی
اعوذبک ان اسئلک ما لیس لی بہ علم یہ نہیں کہا کہ میں
نہیں کروں گا پھر میں یہ کہتا ہوں کہ وعدہ خلافی کا نتیجہ بطور عقوبت
منافق ہوتا ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے فاعقبہم نفاقاً
قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلف اللہ ما عدوہ
پس ہم ایسی شرطوں سے ڈرتے ہیں پھر چونکہ ارادوں میں ناکامیاں
اپنی ہی کمزوریوں اور بدعملیوں کی وجہ سے ہوتی ہیں اس لئے اس
خطبہ میں ہے کہ نستغفرہ اور پھر اخیر میں نعوذ باللہ من شرور
انفسنا چونکہ تدبیر سے کام لیکر پھر اللہ پر توکل اور اپنا سب کچھ
اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ اسلئے نؤمن بہ ونتوکل علیہ
فرمایا آپ نے ایجاب قبول نہیں کرایا صرف اعلان کر دیا اور
پچاس روپیہ مہر مقرر کیا۔ مولوی حبیب احمد صاحب نے عرض کیا
کہ بیٹے یہ بھی معاف کیا۔ دینی تعلیم مہر مقرر کرتا ہوں۔ جسپر جزاک اللہ
کی آوازیں اٹھیں اصل میں عملی رنگ میں ایسا کر دکھانا ہی مشکل ہوتا
ہے خدا مولویصاحب کو جزائے خیر دے اور انہیں اسم بامسمیٰ بنائے
آپنے نہایت خوشی سے حضرت علیہ السلام کی نظم سے
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی
پڑھی جس سے ایک درود۔ وہیں ٹپکتا تھا آپ ہر بندہ سے پہلے اپنی
کچھ حالات سنا دے جس سے وہ نظم انہی پر صادق آتی اللہ تعالیٰ
اس نکاح کو مبارک کرے نیاز محمد اکمل کو خاص خوشی ہے اس لئے
کہ اس عاجز نے ہی یہ تحریک کی اور خدا کے فضل سے یہ کوششیں
انجام کو پہونچیں۔

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ اعلےٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت الحمد للہ اچھی رہی۔ ۲۳ر جون ۱۹۰۷ء کو اعلےٰ حضرت کو دردِ پا کی شکایت پیدا ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ آپ کو شفا عاجل عطا فرماوے۔ (آمین) آپ کے اہل بیت اور خدام ہر طرح سے عافیت کے ساتھ ہیں۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ الاحد الصمد طبی ہدایت اور مشورہ کے موافق سملہ پہاڑ پر تشریف لے گئے ہیں۔ اور کچھ دن آپ وہاں قیام فرمائیں گے۔

۳۔ موسم میں حرارت اور حدت روز افزوں ہے۔ ۲۱ر جون ۱۹۰۷ء کو تقاطر اور ترشح ہوا۔

۴۔ بزرگانِ ملت کی عافیت اور صحت کی خبر قوم کے لئے مژدہ راحت افزا ہے۔

ضلع گورداسپور میں میرا دورہ

باقاعدہ احمدی جماعتوں کے قیام کی تحریک عرصے سے ہو رہی ہے اور اس کے عملی پہلو کا خیال کر کے میں نے بحیثیت ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور میں دورہ کر کے احمدی جماعتوں کے باضابطہ نظام اور مدرسہ اور صدقات کے لئے چندہ وصول کرنے کے لئے ایک مختصر سا دورہ شروع کیا ہے۔ اس وقت تک میں نے تین جگہ کا دورہ کیا ہے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس دورہ کے مختصر حالات اخبار میں شایع کرتا رہوں تاکہ جہاں دوسرے احباب کو بعض امور کی تحریک ہو وہاں مقاصد دورہ کی اشاعت ہوتی رہے۔

سب سے اول سیکھواں ضلع گورداسپور گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں کل احمدیوں کی تعداد ۸۰ کے قریب ہے اس تعداد میں عورت مرد اور بچے سب شامل ہیں۔ جہانتک میرا علم ہے اس گاؤں میں احمدیت کا محرک اور بانی ایک کشمیری خاندان ہے اور وہ تین بھائی میاں جمال الدین امام الدین اور خیر الدین ہیں۔ حضرت اقدس کے ساتھ انکو بہت محبت اور اخلاص ہے یہ تینوں بھائی ایک دوسرے سے اخلاص میں بڑھے ہوئے بڑے مستعد اور جوان ہمت ہیں ان کے ساتھ ہی ان کا ایک پرانا دوست اور دینی بھائی منشی عبد العزیز پٹواری سیکھواں ہے یہ شخص اپنے اخلاص کا آپ نمونہ اور نظیر ہے اور واللہ میرے لئے مشکل ہے کہ میں یہ فیصلہ کروں کہ ان میں سے کون اپنے اخلاص میں ممتاز ہے اور نہ اس بحث میں پڑنے کی حاجت یہ اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہے اور وہی بہتر جانتا ہے۔ ان لوگوں کی تحریک اور نمونہ سے بعض غربا اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہاں مدرسہ تعلیم الاسلام کی ایک شاخ کھل گئی ہے جو منشی غلام محمد مدرس احمدی کے چارج میں ہے یہاں باقاعدہ جماعت بنگئی ہے اس کے سکرٹری منشی غلام محمد مدرس اور صدر میاں جمال الدین صاحب امین میاں امام الدین اور محصل چندہ میاں خیر الدین مقرر ہوئے ہیں۔ مد صدقات کی امداد کے لئے بجائے ضلع جالندھر کی انجمن احمدیہ کی تقلید پر آٹا فنڈ کے لئے گھروں میں برتن رکھے گئے ہیں جس میں دونوں وقت مستورات آٹا گوندھنے سے پہلے آٹا ڈالدیا کریں گی اور ہفتہ وار جمع ہو کر اسکی قیمت صدقات میں داخل ہوتی رہے گی۔ مدرسہ کی موجودہ ضروریات کے لئے یہاں کی جماعت نے مبلغ ۴۸ چندہ دیا۔ یہاں سے میں فیض اللہ چک پہونچا۔ یہاں کی جماعت کے سرگرم رکن حافظ نور محمد صاحب ایک پرانے مخلص ہیں انکی تربیت اور صحبت نے چند نوجوانوں کو جو اپنی قوم میں ہر طرح معزز ہیں داخل ہونے کی توفیق دی ہے۔ باضابطہ انجمن یہاں بھی قائم کی گئی ہے اس کے سکرٹری عظیم اللہ صاحب اور پریسیڈنٹ منشی شاہ دین صاحب پٹواری اور امین حافظ نور محمد صاحب مقرر ہوئے ہیں۔ موجودہ ضروریات کے لئے مبلغ ۱۴ چندہ نقد دیا۔ یہاں بھی تعلیم الاسلام کی شاخ کھولی گئی ہے۔ ان دونوں گاؤں سے واپس آکر میں ۲۲ر جون ۱۹۰۷ء کو بٹالہ پہونچا۔ بٹالہ کی جماعت بندی کے لئے زبردست تحریک اور کوشش کی حاجت ہے اور اس کام کے لئے قاضی نعمت علی صاحب اور شیخ عبد الرشید صاحب ذمہ وار ہیں۔ شیخ عبد الرشید صاحب ایک بڑے متمول تاجر چرم ہیں اور سلسلہ کے ساتھ انہیں محبت اور اخلاص بھی ہے وہ اگر زیادہ توجہ کریں تو جماعت کا باقاعدہ نظام مشکل نہیں۔ بٹالہ جیسے شہر میں جماعت بہت ہی قلیل ہے تاہم اس وقت کی ضروریات کے لئے انہوں نے مبلغ چندہ دیا اور عہ کا مزید وعدہ شیخ عبد الرشید کیطرف سے ہے جنہوں نے عہ نقد چندہ بھی دیا ہے۔ اس کے بعد میں انشاء اللہ العزیز ۲۵ر جون ۱۹۰۷ء سے دہرم کوٹ بگہ۔ ہرسیاں۔ اٹھوال وغیرہ کیطرف جاؤنگا۔ مدرسہ کی ضروریات اور خصوصاً مد صدقات کی مشکلات داعی ہیں کہ بہت توجہ کیجاوے اگر ضلع گورداسپور کی جماعتوں نے ان ضروریات کے لئے ایک ہزار روپیہ ہی چندہ دیدیا تو میں دوسرے اضلاع سے بھی ایسی ہی توقع کر سکونگا۔ ضلع گورداسپور کی جماعتیں بہت توجہ کریں گی۔ میں اس مقام پر اگر اپنے برادر مکرم مفتی فضل رحمان صاحب اور بھائی محمود طالب العلم ڈنگوی کی خدمات کا اعتراف نہ کروں تو فروگذاشت کرونگا جنہوں نے اس کام میں مجھے مدد دی اور میرا ساتھ دیا اور وہ ضلع بھر کے دورہ میں میرے ساتھ ہونگے یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ میں نے یہ دورہ صدر انجمن احمدیہ کی ہدایت اور منظوری کے ماتحت شروع کیا ہے خدا تعالےٰ مجھے ان مقاصد میں کامیاب کرے جس کے لئے یہ سفر اختیار کیا گیا ہے اور اس میں ایک اخلاص اور صدق کی روح نفخ کرے۔ آمین۔

کیا روشنی ڈالی جائیگی؟

۱۔ سنا گیا ہے کہ بٹالہ ضلع گورداسپور کے تیلی دروازہ کے باہر چونگی کی چوکی کے کمرہ کے اندر تحصیلدار صاحب بٹالہ نے ایک ممبر کمیٹی کو ناگفتہ بہ حالت میں پایا تحصیلدار صاحب نے اس معاملہ پر کہا جاتا ہے پرا نوٹس لیا ہے۔ کیا یہ معاملہ پبلک کیا جائیگا تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

۲۔ دولت رام اور ہیراج محرران میونسپل کمیٹی بٹالہ کے پاس سے دفتر میں جو بہاست تابر آمد ہوا اور جو وہاں پڑھا جاتا تھا کیا اس کے متعلق کوئی نوٹس مزید لیا گیا ہے اور تحقیقات مکمل ہو چکی ہے ان ہر دو معاملات پر ضرورت ہے کہ روشنی ڈالی جاوے تا مہ نگار بٹالہ تحقیقات کر کے مفصل اطلاع دے۔

اطلاع

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ بہت جلد اخبار میں یہ اعلان کر دیں کہ مسجد کا کام شروع ہو چکا ہے بلکہ عنقریب پہلی منزل پر چھت پڑ جائیگی جن صاحبوں کا ارادہ چندہ بھیجنے کا ہے یا جو وعدہ کر چکے ہیں وہ بہت جلد روپیہ ارسال کریں جمع شدہ چندہ قریباً ختم ہو چکا ہے۔

سر رشتۂ تعلیم اور مسلمانوں کے حقوق

الحکم کی کسی گزشتہ اشاعت میں اس بحث کے بعض پہلوؤں پر ذرا تفصیل و وضاحت سے روشنی ڈالی گئی تھی کہ صوبہ ہذا کے محکمہ تعلیم میں مسلمانوں کے حقوق بڑی بیدردی سے پامال ہو رہے ہیں۔ اور عنصر غالب اپنی جتھہ بندی اور قوم پرستی کی برکت سے صریحاً ناجائز فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ اشاعت مذکورہ میں اس امر کی تائید و تصدیق کے لئے کچھ واقعات و اعداد بھی دیئے گئے تھے ہمیں افسوس ہے کہ اس کو بیش پون مہینے کے عرصہ میں ہم اس بحث پر ایک دفعہ بھی قلم نہ اٹھا سکے حالانکہ اسی اثنا میں بہت سا ضروری مصالح بھی ہم پہنچ گیا ہے جس کو ارادہ ہے کہ اب انشاء اللہ برابر تھوڑا تھوڑا پبلک اور حکام کے نوٹس میں لاتے رہیں گے تاوقتیکہ اشخاص متعلقہ اپنی ناجائز کارروائیوں اور حق تلفیوں سے باز نہ آئیں یا حکومت کا زبردست ہاتھ انہیں ہوش میں لا کر ان کے موجودہ رویہ کی اصلاح نہ کر دے۔

گورنمنٹ ہائی سکولوں کی اس سکیم جو بذریعہ نوٹیفکیشن نمبری ۲۸۵ مورخہ اگست سنہ ۱۹۰۶ء شائع ہوئی۔ اس کے عمل در آمد میں جن چالاکیوں سے غریب مسلمانوں کا اتلاف حقوق کیا گیا ہے ان کا کچھ نمونہ ہم ۱۳ اپریل کے پرچہ میں دکھلا چکے ہیں اسی کے متعلق اور بھی بہت سی توجہ طلب باتیں قابل گذارش ہیں منجملہ ایک یہ کہ نوٹیفکیشن مذکور میں ۲۵ مسلمانوں کے نام درج تھے ۲۸۳ ہندوؤں کے اور دیگر قوموں کے مگر ان ۲۵ مسلمانوں میں بہت سے ایسے ہیں جنکا نام دو دو تین تین دفعہ مختلف مقامات میں گنا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کی فہرست ایک طویل لسٹ معلوم ہو جیسا کہ ذیل کا جدول ظاہر کرتا ہے:-

نمبر شمار	نام مدرس	سکول	تنخواہ
(۱)	محمد بخش	(۱) میانوالی (۲) ڈیرہ اسمٰعیل خاں	[illegible] [illegible]
(۲)	مرغوب احمد	(۱) انبالہ (۲) امرتسر	[illegible] [illegible]
(۳)	الٰہ بخش	(۱) دہلی (۲) امرتسر (۳) انبالہ	[illegible] [illegible] [illegible]
(۴)	عبد العزیز	(۱) فیروزپور (۲) جہلم (۳) ملتان	[illegible] [illegible] [illegible]
(۵)	صدر الدین	(۱) حصار (۲) ہوشیارپور	[illegible] [illegible]
(۶)	نبی بخش	(۱) کرنال (۲) جالندھر	[illegible] [illegible]
(۷)	محمد ابراہیم	(۱) رہتک (۲) دہلی	[illegible] [illegible]
(۸)	ظہور الدین	(۱) ہوشیارپور (۲) گورداسپور	[illegible] [illegible]
(۹)	محمد تقی	(۱) امرتسر (۲) لائل پور	[illegible] [illegible]

نمبر ۴ فضل الدین ورنیکلر ٹیچر گوجرانوالہ سے ۳۰ روپے پر لائل پور سکول تبدیل شدہ دکھلایا گیا حالانکہ وہ غریب اس جہان سے ہی انتقال کر چکا تھا۔

لطف یہ کہ ہندو اخبارات اسپر زور و واویلا مچا رہے ہیں کہ (گویا حکام کی طرفداری و ناانصافی سے) سررشتہ تعلیم میں مسلمانوں کے ساتھ خاص مراعات و عنایات برتی جاتی ہیں ... صاحب ڈائریکٹر بہادر کے ہندو اہلکار صاحب ممدوح کو بدنام کرانے میں ساعی ہیں۔ حالانکہ صورت واقعات اس کے بالکل برعکس ہے۔ چنانچہ ایک مستند فہرست سے جو ہمارے پاس موجود ہے اُن تمام ہندو مسلمانوں کے (جنہوں نے یکم جولائی سنہ ۱۹۰۶ء سے ۳ اپریل سنہ ۱۹۰۷ء تک ترقی پائی ہے) نام ہی نہیں معلوم ہوتے۔ بلکہ یہ بھی صراحتاً پایا جاتا ہے کہ اس عرصہ میں مسلمانوں کو جو ترقیاں دیگئی ہیں بمقابلہ اُن ترقیات کے جو ہندو ماسٹروں کو ملیں کہیں زیادہ نا قابل رشک اور کمتر ہیں اور یہ امر بھی خاص توجہ کا محتاج ہے کہ صرف دس مہینے کے اس قلیل عرصہ میں تو بعض ہندوؤں کو دو دو دفعہ ترقی ملی ہے اور برخلاف ازیں مسلمان نام کو بھی کوئی ایسا نہیں جس کے حال پر یہ عنایت ہوئی ہو جیسا کہ ذیل کی فہرست سے ثابت ہوگا۔ جسمیں ہندو ترقی یافتگان کے اسمائے گرامی درج ہیں:-

نمبر شمار	نام مدرس	تنخواہ سابقہ	ترقی	نمبر نوٹیفکیشن جسکے بموجب ترقی دیگئی معہ تاریخ و سنہ
(۱)	لالہ سندرداس پہل "	[illegible] [illegible]	[illegible] [illegible]	۶۵۸۰ ایس ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۰۶ ۱۶۲۴۰ ای یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۶
(۲)	لالہ گوکل چند (بہیرہ) "	[illegible] [illegible]	[illegible] [illegible]	۶۵۰ ایس ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۰۶ ۱۶۲۴ ای یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۶

(باقی)

(۳)	لالہ برج بہاری لال کائستھ ؍ گ	ماسہ ماسے	ماسہ ما	۶۵-ایس ۱۳ر جولائی ۱۹۰۶ء ۱۶۲۴-ای یکم ستمبر ۱۹۰۶ء
(۴)	وزیر چند کائستھ ؍ گ	ہے یہ شخص مستعفی ہوگیا	اعے	۲۸۵-ایس ۲۰ر اگست ۱۹۰۶ء ۲۱۹۵-ای ۱۴ر دسمبر ۱۹۰۶ء
(۵)	وزیر چند (مکرر)	بمشاہرہ ہے مقرر ہوا		۲۰۵۷-ای ۸ر جنوری ۱۹۰۷ء
(۶)	کرم چند ؍؍ قائمقام ہیڈماسٹر راولپنڈی	ماسہ ماللعہ ماسے	ماللعہ ماسے مار	۲۸۵-ایس ۲۰ر اگست ۱۹۰۶ء ۲۲۱۵-۷ دسمبر ۱۹۰۶ء ×
(۷)	نرائن داس گپتا ؍؍	مار ماعے	ماعے ماسے	۲۲۳۸-۱۱ر دسمبر ۱۹۰۶ء ۲۴۴-ای ۱۵ر فروری ۱۹۰۷ء
(۸) ؍؍	رام پرشاد کہوسلہ ایم اے ہفتہ ہی بھر میں دو دفعہ ترقی پائی	مار ماللعہ	ماللعہ ماسے	۹۵۰-ای ۲۳ر اپریل ۱۰۱۴-ای ۹ اپریل

شخص آخر الذکر کا ایک ہی ہفتہ میں دو دفعہ کر کے ۸ کی ترقی پا جانا تو بجائے خود تعجب خیز ہے ہی مگر ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ سررشتہ تعلیم سے متعلق سول لسٹ میں آپ کا نام نامی پہلے پہل اپریل ۱۹۰۶ء میں نظر آتا ہے جبکہ آپ گورنمنٹ ہائی سکول (؟) کے سکینڈ ماسٹر تھے اور سال بھر کے عرصہ میں اسقدر غیر معمولی ترقی پا گئے۔

جیساکہ اوپر بیان ہوا جدید سکیم میں تو مسلمان اوستاد ان گورنمنٹ سکولز کی تعداد ۲۵۴ تھی اور اوسوقت سے گھٹتے گھٹتے اب وہ کہیں سے کہیں آ رہی ہے۔ اسکی وجہ صرف یہی نہیں کہ ایک ایک مسلمان کا نام کسی کسی جگہ دکھا گیا یا متوفیوں تک کے نام شامل فہرست کر دیئے گئے بلکہ یہ بھی کہ اون کو ایسی جگہیں اور ڈگریاں جن کو وہ بسبب کمی تنخواہ یا بعد مسافت وغیرہ کے قبول نہ کر سکتے چنانچہ ذیل کی مثالوں سے پتہ لگتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ سلوک کرنے میں دفتر متعلقہ نے کسقدر بیدردی اور بے انصافی سے کام لیا ہے۔

(۱) منشی عبدالوہاب دہلوی کو اسکی اصل تنخواہ ہے روپیہ ماہوار پر نہایت سے جہلم پھینکدیا (نمبر ۲۸۵-ایس مورخہ ۲۰ر اگست ۱۹۰۶ء) حالانکہ یہ غریب مدرس ایک سن رسیدہ آدمی ہے۔ اور اسی پیرانہ سالی کیوجہ سے اوسکی تبدیلی سابقاً منسوخ بھی ہو چکی تھی۔

(۲) مولوی غلام محمد ساکن کالا باغ ضلع میانوالی میں ہے روپیہ پاتا تھا۔ اسی تنخواہ پر کاسے کوسوں ریواڑی ضلع گوڑگانوہ تبدیل کر دیا گیا۔ (نوٹی فیکیشن نمبری-ای ۴۳ مورخہ ۶ر فروری ۱۹۰۷ء)

(۳) رحمت علی سکنہ بھوپال راولپنڈی بھیجا گیا (نمبری ایس ۲۸۵- مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۰۶ء)

(۴) گل محمد آف بھیرہ ضلع شاہپور بھیرہ سے حصار پھینکا گیا۔ ماللعہ ماہوار پر۔ اور ساتھ ہی اوس کو بیا پر بھی جانا پڑا (نمبری-ایس ۲۸۵-مورخہ ۲۰ر اگست ۱۹۰۶ء)

(۵) الٰہ بخش سکنہ مظفرگڈہ اپنی تنخواہ ہے پر ڈیرہ غازیخان سے سیالکوٹ تبدیل کیا گیا (نمبری-ایس ۲۸۵ مورخہ ۲۰ر اگست ۱۹۰۶ء)

(۶) فضل الدین دہلوی لودہیانہ سے ڈیرہ غازیخان

(۷) محمد حسین امرتسری جو امرتسر میں ہے روپے پاتا تھا جہاں اوس نے سرکاری سروس میں اپنی عمر ہی گذار دی۔ اپنی پیرانہ سالی میں زحمت سفر اوٹھانے کے لئے صرف دو روپے کی قلیل بلکہ ذلیل ترقی پر امرتسر سے مظفرگڈہ پھینکا گیا (نمبر ایس ۳۴۶ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

یہ چند نظیریں مشتے نمونہ از خروارے کی مصداق ہیں آیندہ ہم ان ہندوؤں کے اسمائے گرامی کی فہرست ہدیۂ ناظرین کرینگے جو اتفاق سے شروع شروع میں اپنے گہروں سے باہر تبدیل ہو کر چلے گئے تہے۔ مگر بہت جلدی ہی خوش نصیبی سے اپنے اپنے وطن مالوف میں واپس بلا لئے گئے۔

غرضیکہ بدنصیب مسلمانوں کی پر درد داستان بہت ہی طویل اور رنجدہ ہے جسے ایک منصف مزاج اور نیک دل آدمی کبھی خوشی سے نہیں سن سکتا۔ مگر سررشتہ کے اہلکاران ذی اختیار خدا جانے کس گروہ کے لوگ ہیں کہ محض قوم پرستی اور تعصب کے جوش میں ان بے بس مظلوموں کے حقوق کا اس طرح کند چھری سے خون کرتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے۔ مگر کیا حکام بالادست بھی کانوں میں تیل ڈالے ان دردانگیز معروضات کو ٹالتے رہینگے۔ اور غریب مسلمانوں کی حق رسی پر کبھی متوجہ نہیں ہونگے؟ یہ ہو نہیں سکتا۔ بل صاحب بہادر جیسے بیدار مغز اور انصاف دوست ڈائرکٹر سے ہمیں امید نہیں پڑتی کہ وہ اپنے محکمہ میں زیادہ دیر تک اس قسم کے مظالم اور حق تلفیاں ہونے دینگے جو اب تک بعض اشخاص سے ہوتی رہیں گو چالاک حریفوں نے پہلے مدوح کی خودغرضی و ہوشیاری سے کام لیکر صاحب ممدوح کے نوٹس ہی میں نہیں آنے دیا۔

تعلیم الاسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تعطیلات موسمی پر جاتے ہوئے تعلیم الاسلام ہائی اسکول کرکٹ ٹیم نے سیونسپل بورڈ ہائی اسکول ٹیم بٹالہ سے ۱۶ر جون ۱۹۰۷ء کو میچ کیا سات وکٹوں اور ۲ رنز سے ایم بی اسکول ٹیم کو شکست دی۔ ۱۸ر جون کی صبح کو بیرنگ ہائی اسکول سے فٹ بال میچ جسمیں ایک گول کے فاصلہ سے تعلیم الاسلام ٹیم جیت گئی میچ تو ہوتے ہیں اور کوئی ٹیم جیتتی اور کوئی ہارتی ہے مگر تعلیم الاسلام اسکول کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا سلوک ہے وہ ان تائیدات سے ظاہر ہوتا ہے جو اس کھیل میں بھی خدا نے بطفیل حضرت مسیح علیہ السلام ہمارے ساتھ کیں۔

۱۔ ہر روز دھوپ اور سخت ہوتے ہوتے عین میچ کے وقت اور خصوصاً کہ فیلڈ کے وقت ابر کا آسمان پر محیط ہو جانا۔ ۲۔ لوگوں کا خود بخود اس بات کا اقرار کرنا کہ تائید ایزدی ان لڑکوں کے ساتھ ہے۔ ۳۔ باوجود عدم پریکٹس اور وقت نہ ملنے کے روزانہ کھیلنے اور ہمیشہ پریکٹس کرنیوالوں پر کامیابی حاصل کرنا۔ ۴۔ کھیل کے ساتھ ایمان اور پابندی مذہب کا خیال رکھنا چنانچہ موجودہ میچ میں بھی گرجہ کے عین نزدیک اذان و بکرات قرآت کے ساتھ طلبا کا باجماعت نماز پڑھنا اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ ۵۔ ہار ہو یا جیت ہر حالت میں دوسرے طلبا سے اچھے تعلقات رکھنا جسکی تازہ مثال موجودہ میچ ہے۔ ان عمدہ باہمی تعلقات کو دیکھکر ایم بی اسکول کے ہیڈماسٹر اور بیرنگ اسکول کے پرنسپل نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ برادران ہم دعوے اور فخر سے کہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس برگزیدہ انسان کے باعث تعلیم الاسلام کے متعلموں کو دین اور دنیا میں فوقیت دیگا۔ اے خدا اے آسمان و زمین کے مالک ہم پر اور